

افادات: حضرت مولانا مسیح الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالعظیم حقانی

معاون مفتی دارالافتاء جامعہ تھانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

عام لوگوں کے ساتھ رحم دلی کا بیان

حدثنا ابن أبي عمر ثنا سفیان عن عمرو بن دينار عن ابي قابوس
عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ "الراحمون" يرحمهم الرحمن
ارحموا من في الارض يرحكم من في السماء - الرحم شجرة من الرحمن
فمن وصلها وصله الله ومن قطعها قطع الله هذا حديث حسن صحيح
ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والے جو ہیں انہیں پر
رحمن (بے حد مہربان ذات) رحم کرے گا۔ رحم کرو تم زمین والوں پر رحم کرے گا تم پر آسمان والا۔ رحم مشتق ہے رحم
سے۔ پس جس نے (رحم) کو ملایا اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت) سے ملا دے گا۔ اور جس نے اس (رحم) کو قطع کر دیا اللہ
تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت سے) قطع کر دے گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ابوقابوس: یہ اسم غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب عجمہ اور علیت موجود ہیں۔ اور یہ
ابوقابوس حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

الراحمون یرحمهم الرحمن: رحم کرنے والے جو ہیں ان پر بے حد مہربان (اللہ) رحم کرے گا۔ یعنی
جو لوگ زمین میں رہنے والے بنی آدم، حیوانات چرندے پرندے اور تمام چیزوں سے رحمت و شفقت، احسان اور
ہمدردی کا سلوک کرتے ہیں تو انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ جو کہ بے حد مہربان ذات ہے، رحم کرے گا، یعنی ان کو اپنے
احسانات و انعامات سے نوازے گا۔

ارحموا من في الارض یرحكم من في السماء تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم
کرے گا۔ پس جس طرح کہ آسمان و زمین کا فرق ہے اسی طرح آسمان والے کا رحم و کرم بھی بندوں کے رحم و کرم کے

مقابلے میں بہت زیادہ اور وسیع و عریض ہوگا۔ یہاں بھی من فی الارض فرما کر عموم کا صیغہ استعمال کیا، علامہ ابن بطل فرماتے ہیں کہ اس سے مقصد یہ ہے کہ مخلوقات کے تمام اقسام کو شامل ہو کہ رحم کرے وہ نیک و بد، انسان و حیوانات اور وحوش طیور سب پر من فی الارض میں اگرچہ لفظ ”من“ ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن مراد صرف ذوی العقول یعنی انسان نہیں بلکہ غیر ذوی العقول حیوانات و وحوش طیور سب مراد ہیں۔ پس لفظ ”من“ کا استعمال ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر تغلیب کی بناء پر ہے۔ کیونکہ زمین پر رہنے والوں انسانوں اور حیوانات چمندوں پرندوں تمام چیزوں کے ساتھ رحمت اور شفقت کا برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے اور اس بندے کو اپنے احسانات اور انعامات سے نوازتا ہے۔

یرحمکم من فی السماء: یرحمکم کا صیغہ جواب امر ہونے کی بناء پر مجزوم ہے، یعنی رحم کرے گا تم پر وہ جو آسمان میں ہے۔

وجود باری تعالیٰ مکان کا محتاج نہیں:

من فی السماء سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کے لئے ظرف اور مکان ہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ آسمان چونکہ بلندی پر ہے لہذا من فی السماء اللہ تعالیٰ کے عالی شان ہونے سے کنایہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان اور جہت سے منزہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور قدیم ہے اور مکان مخلوق ہے اور حادث ہے اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے مکان کو پیدا نہ کیا تھا اس وقت بھی باری تعالیٰ موجود تھا۔ پس ثابت ہوا کہ وجود باری تعالیٰ کیلئے مکان کی حاجت نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے۔ یا من فی السماء سے مراد فرشتے ہیں۔ یعنی وہ فرشتے جو آسمان میں رہتے ہیں۔ اس اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ تم زمین والی مخلوقات پر رحم کرو۔ آسمان والی مخلوق یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے تم پر رحم کریں گے۔ اور فرشتوں کے رحم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس قسم کے بندوں کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے۔

الذین یحملون العرش ومن حوله یسجدون بحمد ربهم ویؤمنون به ویستغفرون للذین آمنوا ربنا وسعت کل شئ رحمة وعلماً فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقہم عذاب الجحیم۔

ترجمہ: وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو عرش کے ارد گرد ہیں، تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور اپنے رب پر ایمان لاتے ہیں اور بخشش طلب کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تیری رحمت اور علم ہر چیز کو وسیع ہے۔ پس تو بخشش ان لوگوں کو جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے دین (کے راستے) پر چلتے ہیں اور بچاؤ! ان کو عذاب جہنم سے۔ الرحم شجھہ من الرحمن۔ شجھہ اصل

میں درخت کی جڑوں یا شاخوں کو کہا جاتا ہے۔ جو کہ ایک دوسرے میں داخل ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو کر گچھا بن جاتے ہیں اور حاصل معنی یہ ہیں کہ رحم مادر ایک ایسی قرابت ہے مختلف شاخوں والی جو کہ ایک دوسری سے ٹلی جلی ہیں اور ایک دوسرے سے خلط ملط ہیں اور بہت مشقت اور کوشش کے بغیر ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں گویا فطرۃ اللہ تعالیٰ نے اس میں جوڑ رکھی ہے توڑ کو قبول نہیں کرتا۔

من الرحمن یعنی اس قرابت کا نام (رحم) رحمٰن کے نام سے ماخوذ ہے۔ یعنی ان دونوں کے نام کا مادہ اشتقاق ایک ہے، پس اس کو رحمٰن سے تعلق ہے، کیونکہ رحم اور رحمٰن دونوں (رحمت) سے ماخوذ ہیں۔ اس وجہ سے جو شخص رحم کو قطع کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے منقطع ہو جاتا ہے اس لئے آخر میں فرمایا۔ فمن وصلها وصلہ اللہ ومن قطعها قطعہ اللہ۔ پس جس نے اس قرابت (رحم) کو ملا دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملا دے گا۔ اور جس نے اس کو قطع کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے قطع کر دے گا۔

باب ماجاء فی النصیحة

خیر خواہی کا بیان

حدثنا بُنادار ثنا صفوان بن عیسیٰ عن محمد بن عجلان عن القعقاع بن حکیم عن اُبی صالح عن اُبی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: الدین النصیحة ثلاث مرار قالوا یا رسول اللہ لمن؟ قال لله ولکتابہ ولأئمة المسلمین وعامتہم هذا حدیث حسن صحیح۔ وفي الباب عن ابن عمر وتمیم الداری وجریر وحکیم بن اُبی یزید عن اُبیہ وثوبان۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”دین خیر خواہی ہے“ تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ خیر خواہی کس لئے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) کے لئے، اور مسلم حکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابن عمر، تمیم داری، جریر بن عبد اللہ حکیم ابن ابی یزید اپنے باپ سے اور حضرت ثوبانؓ سے روایات آئی ہیں۔

نصیحت کیا ہے؟

نصیحت ایک لفظ ہے جو کہ ان الفاظ اور کلمات کے لئے بولا جاتا ہے جن کے کہنے سے منصوص لہ کے لئے خیر کا ارادہ رکھا جاتا ہو اور اس معنی کی ادائیگی کے لئے لفظ نصیحت کے علاوہ کلام عربی میں کوئی ایک کلمہ اور ایک لفظ ایسا نہیں

مل سکتا جو اس پورے معنی کو ادا کر سکے۔ اور نصیحت اور نصیح کا معنی اصل میں خلوص ہے۔ نیز کہا جاتا ہے یہ لفظ ”نصح السرجل ثوبہ“ سے ماخوذ ہے۔ یعنی اس شخص نے پھٹے ہوئے کپڑے سی دیئے تو گویا ناصح (نصیحت کرنے والے) کا یہ فعل جو کہ وہ منصوح لہ (جس کی خیر خواہی کی جاتی ہے) کے صلاح اور خیر کا فکر کر رہا ہے اس کی تشبیہ دی گئی ہے۔ پھٹے ہوئے کپڑوں کو سی دینے سے، یعنی جس طرح کہ کپڑے کو سینے سے اس کا عیب اور فساد دور ہو جاتا ہے اور اس کی حالت درست ہو جاتی ہے، اسی طرح ناصح بھی منصوح لہ کے خیر اور صلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اور عیب اور نقص سے اس کو بچانے کی فکر کر رہا ہے۔ اور اس کے حاصل معنی کو ہم خیر خواہی سے تعبیر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے خیر خواہی:

اللہ تعالیٰ کے لئے خیر خواہی کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اور اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کا شرک نہ کرنا، کمال اور جلال کی کل صفات کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا، اور عیب اور نقصان کی تمام صفات سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے تابعداروں سے دوستی کرنا اور اس کے نافرمانوں سے دشمنی کرنا اور اس کے ساتھ کفر کرنے والوں سے جہاد کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور تمام احکامات میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا۔

اور حدیث میں جو خیر خواہی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی گئی ہے حقیقت میں یہ بندہ کی طرف راجع ہے کہ یہ درحقیقت خود اپنے نفس کی خیر خواہی ہے اور اس خیر خواہی کا سارا فائدہ خود اس ناصح کو ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ناصح کی خیر خواہی سے بے پرواہ ہے۔

قرآن کریم کی خیر خواہی:

اللہ تعالیٰ کی کتاب کی خیر خواہی یہ ہے کہ یہ ایمان رکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اور کوئی بھی اس طرح کلام پیش کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ نیز اس کی تعظیم کرنا اور اس کی تلاوت کا حق ادا کرنا اور قرآن کریم کے حروف کو صحیح ادا کرنا اور حسن قرأت کرنا۔ اور حرفین کی غلط تاویلات کو قرآن کریم سے دور کرنا۔ قرآن کریم میں مذکور تمام احکامات کی تصدیق کرنا۔ قرآن کریم کے احکامات کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا۔ علوم قرآن کی نشر و اشاعت کرنا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی:

ترمذی کی اس حدیث میں اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی کا ذکر نہیں، لیکن امام ترمذی نے اس باب میں حضرت تمیم داری کی روایت کا بھی حوالہ دیا ہے اور تمیم داری کی روایت مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے اور اس روایت میں

”وہ رسول اللہ“ کا اضافہ بھی ہے۔ اس وجہ سے مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی سے متعلق بھی چند جملے کہے جائیں: پس رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق ہو جائے۔ جو کچھ بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان سب پر ایمان لانا۔ آپ ﷺ کے دشمنوں سے دشمنی کرنا۔ آپ ﷺ کے دوستوں سے دوستی کرنا۔ آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کرنا۔ آپ کے طریقوں اور سنتوں کو زندہ کرنا۔ آپ کی دعوت کو پھیلانا۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت کی نشر و اشاعت کرنا۔ آپ ﷺ کے اخلاق سے راستہ ہونا۔ آپ ﷺ کے اصحاب اور اہل بیت سے محبت کرنا۔ آپ کی سنتوں کو چھوڑ کر بدعات نکالنے والوں سے اور آپ کے صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا وغیرہ چیزیں آپ ﷺ کی خیر خواہی کا حصہ ہے۔

مسلم حکمرانوں کی خیر خواہی:

مسلم حکمرانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق کی باتوں میں ان کی معاونت کرنا اور حق میں ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا اور ادب اور نرمی کے ساتھ ان کو حق بات کی طرف ترغیب اور تنبیہ دینا۔ اور علامہ خطابؒ فرماتے ہیں کہ ان کی خیر خواہی میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھوان کی معیت میں جہاد کروان کو صدقات اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اگر ان کی طرف کوئی ظلم یا سوء معاشرت ظاہر ہو جائے تو ان کے خلاف تلوار اٹھا کر ان پر خروج نہ کرو۔ اور ان کی جھوٹی مدح سرائی کر کے ان پر ان کا معاملہ برباد نہ کرو۔ اور ان کے لئے صلاح کی دعا کرو۔ نیز اولوالامر کی تعظیم اور ان کا ادب و احترام لازم ہے۔ اور ہر وہ کام جو کہ اللہ تعالیٰ کی محصیت نہ ہو اس میں مسلم حکمرانوں کی اطاعت کرنا لازم ہے۔

اسلام میں اپوزیشن کا تصور نہیں ہے:

جمہوری طرز حکومت (جو کہ فی الحقیقت اسلام اور مذہب کے خلاف وضع ہوئی ہے) اس میں پارلیمنٹ کا ایک حصہ اپوزیشن، حزب اختلاف ہوا کرتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ حزب اقتدار کی ہر اس بات کو ٹکرا کر رد کر دے جو کہ حزب اختلاف کے سیاسی مقاصد کے خلاف ہو بلکہ بسا اوقات صرف نام و نمود اور عوام میں شہرت حاصل کرنے کے لئے یا حکومت کو تنگ کرنے اور ان کے لئے مشکلات پیدا کرنے کے لئے حکومت کے فیصلوں کے خلاف شور شرابا کرتے ہیں۔ جلسے جلوس نکالتے ہیں حکومت اور حکمرانوں کے خلاف توہین آمیز نعرے لگاتے ہیں۔ اور اگر اس سلسلے میں پولیس اور انتظامیہ کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے تو مار پیٹ پکڑ دھکڑ اور قید و بند کی تمام نکالیف کو برداشت کرنے پر فرخ کر دیتا ہے۔ اور گویا جمہوریت کی ترقی کا راز انہی چیزوں میں مضمر ہے۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں شریعت مقدسہ میں ممنوع اور ناجائز ہیں پس جس طرح کہ مغربی جمہوریت میں حکمران کا طرز انتخاب ہی غلط ہے اور اسلامی اصول کے خلاف ہے اسی طرح اپوزیشن کا تصور بھی سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف اور غلط ہے۔

اسلام کا نظام حکومت:

اسلام کے صحیح اجتماعی نظام کی شکل یہ ہے کہ حکومت شورایت پر مبنی امارت و خلافت کی صورت میں قائم ہو اور پورے عالم اسلام ایک ہی امیر کو منتخب کر کے اس کی امارت کو قبول کرے اور یہی امیر تمام مسلمانانِ عالم کے لئے واجب الطاعت ہو۔ قرونِ مشہود لہذا بالخیر میں یہی صورت قائم تھی۔ اور جب تک یہ نظام برقرار تھا امت مسلمہ کو ساری دنیا کی قیادت کا مقام حاصل رہا۔ اسلام کی عملی بالادستی قائم رہی، لیکن جب کہ مسلمانوں کی عملی اور نظریاتی پستی کی وجہ سے اور طاغوتی قوتوں کی سازشوں سے نظام خلافت درہم برہم ہو گیا۔ اس وقت سے مسلمانوں کا تنزل شروع ہوا اور مسلمانوں میں گروہ بندی، فرقہ واریت اور انتشار جز پکڑ گئی۔ افتراق اور لامرکزیت کی وجہ سے امت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور پھر مغربی جمہوریت نے، جسے مسلمانوں نے لاشعوری طور پر مفید سمجھ کر خوشی سے قبول کر لیا ہے، اس گروہ بندی اور فرقہ واریت کو مسلمانوں کے اندر خوب مستحکم کر دیا۔ اور اسی جمہوریت کے ثمرات یہ ہیں کہ نہ تو حکمران اور ارباب اقتدار لوگوں نے رعیت کا حق پہچانا اور نہ عوام نے حکمران کا، حکمران طبقہ انتقامی سیاست کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اور پارٹی کے مفادات کو سامنے رکھ کر حکومت چلاتا ہے۔ مفاد پرستی اور اقرباء پروری کر کے جماعت المسلمین سے خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور حزب اقتدار سے وابستہ لوگ ہر جائز و ناجائز میں حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں اور اللہ کی صریح نافرمانی میں بھی پوری فراخ دلی سے ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف حزب اختلاف حکومت کے جائز فیصلوں سے بھی اپنے مفادات یا خواہشات کے خلاف سمجھ کر حکم عدولی کرتا ہے۔

اس کے برعکس اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب کوئی شخص امیر اور حکمران قرار پائے خواہ جبر و تغلب سے کیوں نہ ہو، تمام رعیت پر اب اس کا حکم ماننا لازم ہے۔ اس میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا فرق نہیں ہاں اگر حکمران اللہ تعالیٰ کی معصیت کا حکم کرے تو کسی کے لئے بھی اس کا ماننا جائز نہیں۔ لا طاعة للمخلوق، فی معصیۃ الخالق“ (الحديث) یعنی اللہ کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں اور علماء و صلحاء کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ حکمرانوں کو خوف والہی یا دلائیں اور لطف و نرمی سے انہیں تنبیہ کریں اور ظلم و معصیت سے ان کو باز رکھنے کی کوشش کرے۔ اور موقع کی مناسبت سے ان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے بھی جھجک محسوس نہ کرے۔ کیونکہ یہ بہترین جہاد ہے۔

عامۃ المسلمین کی خیر خواہی: عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی خیر اور صلاح کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔ مسلمانوں کے جان و مال و آبرو کی حفاظت کرے، جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہو وہ ان کے لئے بھی پسند کرے۔ ان کو بھلائی کا حکم دے اور برائی سے ان کو روکے۔ ان کے ظالم کو ظلم سے روکے اور ان کے مظلوم کی مدد کر کے مظلومیت سے بچائے۔

حدیثنا محمد بن بشار ثنا یحییٰ ابن سعید عن اسماعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبد اللہ قال: بایعت النبی ﷺ علی اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و النصیح لکل مسلم۔ هذا حدیث حسن صحیح ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے نماز کی پابندی سے ادائیگی پر زکوٰۃ ادا کرنے پر اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

علی اقامۃ الصلوٰۃ اس اقامہ کے آخر سے تا اضافت کے وقت تطویل کی وجہ سے حذف کی گئی ہے۔

اقامۃ الصلوٰۃ سے مراد پابندی اوقات کے ساتھ ساتھ تمام شروط اور آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز ادا کرنا ہے۔

بیعت: صحابہ کرامؓ سے جناب نبی کریم ﷺ کا مختلف احکام میں بیعت لینا ثابت ہے۔ مثلاً ایمان لانے پر بیعت لینا، جہاد کرنے پر بیعت، نیز نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی، ترک منکرات پر اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی وغیرہ کے امور پر بیعت لینا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان دین میں اصلاح نفس کے لئے کسی تبع سنت اور عالم شریعت شیخ کامل سے بیعت کرنے کا جو سلسلہ چلا آ رہا ہے یہ مشروع اور مستحسن ہے، بلکہ اصلاح نفس کے لئے ضروری ہے۔ لیکن جاہل اور گمراہ پیروں سے بچنا لازم ہے کہ وہ اصلاح کی بجائے مریدوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ایک نصیحت آموز واقعہ:

اس حدیث کے ذیل میں محدثین حضرات نے راوی حدیث کا ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے کہ حدیث کے راوی حضرت جریر بن عبد اللہ نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو گھوڑا خریدنے کے لئے بازار بھیجا۔ غلام نے تین سو دراهم میں ایک عمدہ گھوڑا خریدا۔ اور اس گھوڑے کے مالک (بائع) کو حضرت جریر بن عبد اللہ کے پاس لے آیا تاکہ آپؐ اس کو گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں۔ جب وہ حاضر ہوئے تو جریر بن عبد اللہ نے اس شخص سے کہا کہ تیرے گھوڑے کی قیمت تین سو دراهم سے زیادہ ہے۔ آپؐ راضی ہیں اس پر کہ میں تم سے یہ گھوڑا چار سو دراهم پر خریدوں؟ اس نے کہا کہ یہ تو آپؐ کی طرف سے احسان ہوگا، پھر انہوں نے کہا کہ یہ گھوڑا اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے۔ میں اس کو پانچ سو دراهم پر خریدوں گا۔ اسی طرح سو سو دراهم کا اضافہ کرتا رہا اور وہ صاحب اس پر راضی ہوتا رہا، یہاں تک کہ آٹھ سو دراهم تک پہنچ گیا اور گھوڑے کا مالک اس پر راضی ہو گیا۔ تو آٹھ سو دراهم ادا کر کے گھوڑا خریدا۔ جب آپؐ سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا (کہ مالک کی مرضی سے گھوڑا تین سو پل رہا تھا اور آپؐ نے خود اس پر پانچ سو دراهم کا اضافہ کر کے آٹھ سو دراهم پر خرید لیا؟) تو آپؐ نے جواب میں فرمایا: انی بایعت رسول اللہ ﷺ علی النصیح لکل مسلم یعنی میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ہے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی

مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

فکر آخرت

اس طرح نیک اور صالح ہم نشین سے تعلق و محبت کی بنا پر جو رشتہ میل جول ہے یا تو فیض اور دنیوی و اخروی فوز و فلاح کا کوئی ذریعہ اس سے ہاتھ آ جائے گا اگر یہ نہ ہو سکا تو کیا یہ ہی کم ہے کہ جو لمحہ و ساعت اس کی صحبت میں سکون و طمانیت کا ملا اس کا حصول کہیں اور ممکن نہ تھا یہی حالت بدکار سے محبت اور تعلق کا ہے کہ بدکار کی ہم نشینی اور تعلق میں اول تو دین و دنیا کا خسارہ و تباہی میں واقع کرنے کا خطرہ ہے بدکار سے محبت حصول سعادت کی صلاحیت و استعداد کو سلب کر دیتا ہے اور اگر آدمی اپنے آپ کو عزیمت و ارادہ کا پکا سمجھ کر بدکردار سے دوستی کی بیٹنگیں بڑھائے تو اس کی صحبت میں کم از کم اتنا تو ضرور ہوگا کہ زندگی کے قیمتی لمحات جو کہ اللہ کی رضا و خوشنودی میں صرف ہو سکتے تھے وہی لمحات دل و دماغ کی پراگندگی اور لا حاصل صحبت کی ناخوشگواری میں صرف ہو گئے اور پھر یہ رشتہ و تعلق صرف دنیا میں کارگر یا مضر نہ ہوگا بلکہ روزِ حشر و قیامت بھی یہی محبت و رشتہ حضور کے ارشاد المرء مع من احب قائم رہے گا اگر یہاں ایک آدمی کا تعلق اٹھنا بیٹھنا صلحا علماء اور دیندار اشخاص کے ساتھ ہے تو روزِ حشر بھی انہی کے ساتھ اٹھنا نصیب ہوگا اور اگر تعلق و محبت بدکاروں فساق و فجار سے دنیا میں رہا تو روزِ قیامت ان کی رفاقت میں حاضری ہوگی۔

اپنا آئینہ اپنا چہرہ: اب آئیے اپنی طرف کہ ہماری دوستی اور دشمنی کا معیار کیا ہے ہمارے تعلق جوڑنے اور توڑنے کا دار و مدار ذاتی مفادات پر مبنی ہے اگر کسی نے تقریب میں دعوت دی خواہ غیر شرعی تقریب کیوں نہ ہو دعوت دینے والے رشتہ سے باہر بلکہ بالکل اجنبی ہی کیوں نہ ہو اس پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور اگر رشتہ میں سب سے قریبی عزیز نے کسی موقع پر غلطی سے بھی یاد نہ کیا تو اس سے صلہ رحمی و مروت کے تمام رشتے کاٹ کر دشمنی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ بد قسمتی سے آج بیشتر مسلمانوں میں یہ ہمت اور جرأت ہی نہیں کہ وہ اپنی محبت اور عداوت کی بنیاد دین پر استوار کر دیں ذاتی مفاد اور اپنے جھوٹے انا کی تسکین کے لئے تو ہم میں غیبت اور طاقات بھی بے پناہ ہے ہر کسی سے دشمنی بھی مول لینے کے لئے تیار ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ و قرآن اور شریعت کی تنقیص و توہین کی جائے سر عام شعائر دین کا مذاق اڑایا جائے ہم میں پھر غیرت نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہوتی۔ خلاصہ یہ کہ اللہ کی رضا کے لئے کسی سے محبت و تعلق اور اسی ذات برحق کی خوشنودی کے لئے بغض بھی وہ کارنامہ ہے کہ اسی جذبہ سے محبت و بغض رکھنے والا

شخص بھی قیامت کے پُر آشوب دن اللہ کے سایہ رحمت کے نیچے مقام و سکون پائے گا۔ حالانکہ ایک مسلمان کے کامل مسلمان ہونے اور مومن کے کامل مومن ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ حضورؐ کے اس ارشاد پر سختی سے کار بند ہو کہ:

عن ابی سعید خدری قال قال رسول ﷺ من رأى منكماً منكراً فليغيره بیده وان لم يستطع فبلسانہ وان لم يستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان۔ (رواة مسلم والترمذی) ”نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت کم درجہ ہے۔“

اس ارشاد کی روشنی میں اپنے آپ پر نظر ڈالتے ہیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ہاتھ سے روک دیتے ہیں یا صرف زبان سے اس کی برائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کرتے ہیں یا کم از کم ایمان کے اس کم تر درجہ کے موافق دل ہی سے اس کو برا سمجھتے ہیں اور اس سے تعلق توڑتے ہیں یا اس سے دوستی کو مزید مستحکم کرنے کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں۔

گھر کی فکر: مسلمانوں کی تباہی اور روز افزوں بربادی و رسوائی کی وجہ یہی ہیں کہ ہر شخص اپنے گھر کے لوگوں کو اپنے زیر کفالت اولاد اور ماتحتوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی اس نظر سے نہیں دیکھتا کہ کتنے واضح معامی و بدکاریوں میں وہ لوگ مبتلا ہیں اور کوئی بھی اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکنے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ان کے ساتھ محبت و ربط میں کمی آنے دیتا ہے اور نہ دل میں کسی وقت یہ خطرہ و خوف محسوس ہوتا ہے کہ میرا یہ بیارا احکم الحاکمین کی نافرمانی کر کے کیا کر رہا ہے۔ بے شمار لوگ اپنے جگر گوشوں سے اس وجہ سے تو ناراض رہتے ہیں کہ نکلنے پر پڑا رہتا ہے۔ ملازمت کی طرف توجہ نہیں کاروبار پر دھیان نہیں دیتا مگر ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو بچے سے اس لئے ناراض قطع تعلق کرے کہ نماز نہیں پڑھتا۔ احکام الہی کی بجا آوری میں سست رہے۔

جب کہ ہمارا کوئی لمحہ معامی کے منحوس سایوں سے خالی نہیں رہتا جس سے یقیناً گناہ کرنے والا اللہ کے نزدیک بے قدر و ذلیل ہو جاتا ہے اور جب خالق کے نزدیک خوار و ذلیل ہو گیا تو ارشاد باری ومن ینہ الله . فما نہ من مکرم کے مطابق مخلوق میں بھی اس کی عزت نہیں رہتی۔

جب خدا کے خوف سے آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑیں: اب اللہ کو راضی اور اپنے کو اللہ اور مخلوق کی نظروں میں ذلت و پستی سے بچانے کا علاج خود ہی اللہ و رسول ﷺ نے بتا دیا کہ اس کے حضور طلب مغفرت کے لئے توبہ اور رونے کا نسخہ آزمایا جائے یہ وہ نسخہ ہے کہ جس کے بارہ میں سید اکائیات ﷺ کا ارشاد ہے:

عن عبد الله ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ما من عبد مومن

يُخْرِجُ مِنْ عَيْنِهِ دُمُوعًا وَأَنْ كَانَتْ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ثُمَّ يَصِيبُ شَيْئًا مِنْ حُرُوجِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ (رواہ ابن ماجہ)

”حضرت عبداللہ ابن مسعود سے ارشاد ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہر وہ مومن جس کی آنکھوں سے خدا کے خوف میں آنسو نکلیں اگر وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر یعنی بہت معمولی مقدار میں کیوں نہ ہوں اور پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے خوبصورت چہرے پر پہنچیں تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دے گا۔“

اپنے بیکار اور جھوٹے شہوات نفس کی تسکین کے لئے گناہوں کے پہاڑ، مصائب اور کلفتوں کو اپنے سر لینے کے بعد اس کے کفارہ اور دھونے کا جوگر اللہ نے بتایا اس کا یہ معاملہ بھی دنیاوی مالکوں و آقاؤں سے بالکل مختلف ہے یہاں کے اکثر آقا اپنے زیرِ عتاب لوگوں کو سرے سے معافی ہی نہیں دیتے اگر کوئی نرم دل معافی کا متنی ہو بھی تو سزا و عتاب و لعن و طعن کے بعد درگزر سے نوازتا ہے، مگر اللہ کی شان کریمانہ و رحمانہ کو دیکھئے کہ اس کے حضورِ خلوت میں آہ و زاری کے چند قطرے بہانے سے گناہ دھل کر غفور درگزر کی نعمت سے نوازا جاتا ہے اور پرہان چند قطروں کی اللہ کے ہاں جواہیت ہے۔ اسے نبی امی نے اپنے قول زرین میں واضح فرمایا ہے۔

عَنْ أَبِي إِمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيْسَ شَيْئٌ أَحَبَّ إِلَهُ اللَّهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ قَطْرَةُ دُمُوعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَ قَطْرَةُ دُمٍ يَهْرَاقُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - (رواہ الترمذی)

”حضرت ابوامامہ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا خدا کے نزدیک دو قطرے سے زیادہ محبوب کوئی اور چیز نہیں ایک تو خدا کے خوف سے بہایا ہوا آنسو کا قطرہ دوسرا خون ہے جو خدا کی راہ میں بہایا گیا ہو۔

تہا نیوں میں خدا کو یاد کرنے والے:

ترجمہ: ”وہ شخص جو اللہ کا ذکر تہائی میں کرے اور اس کے آنسو بہنے لگیں۔“

جنت کا حاصل کرنا اور اس کی طرف دوڑنا یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی کو تمام امور پر مقدم رکھا جائے، برائی کا راستہ چھوڑ کر اطاعت و عبادت کے راستے پر چلا جائے، اور اگر زندگی میں فطرتِ بشری کے متعصبی اور ہوس و نفس امارہ بالسوء کی ترغیب و تحریص پر اطاعت و عبادت کا راستہ چھوڑ کر منکرات کا ارتکاب کیا جائے تو فوراً غفور الرحیم کی درگاہ میں استغفار و طلبِ عفو کا راستہ اختیار کر کے ابدی عذاب سے نجات حاصل کی جائے، دنیا کے مجازی مالک و محسن کی معمولی نافرمانی پر اس کے خوف و اذیت کے موہوم تصور سے نافرمانی کرنے والے کو اس وقت تک سکون میسر نہیں ہوتا جب تک اپنے مولیٰ و احسان کرنے والے کی رضا حاصل نہیں کرتا، تو حقیقی مالک الملک اور رب العالمین جس کے انعامات و احسانات کی کوئی حد ہی نہیں۔ عمر انسانی کا کوئی ایسا لمحہ ہی نہیں جو انعامات ربانی کے بغیر صحیح و سالم گزر سکے اور پھر ہمارے اکثر و بیشتر اعمال ایسے ہوتے ہیں جو کہ احکم الحاکمین کے حکم اور رضا کے برعکس اپنی

خواہشات اور شیطانی قوتوں کے تابع ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہم ہر وقت حق تعالیٰ کے غیض و غضب اور عذاب کے مستحق رہ کر اس ذات برحق کی ناراضگی کو دعوت دیتے ہیں اور اس کی خفگی کو اپنے اوپر یقینی عذاب و اذیت کی صورت میں از خود مسلط کر رہے ہیں۔ حالانکہ دنیاوی مجازی مالک و محسن کے عذاب کے مقابلہ میں حقیقی مالک و خالق جل جلالہ کا عذاب و مواخذہ ایسا ہے اگر اس کا حقیقی ادراک جیسے کہ ختم الرسل صاحب نے فرمایا ہے کیا جائے تو اپنے دنیاوی آسائشوں کو بھول جاؤ گے۔

عن ابی ذرؓ قال قال النبی صلعہ واللہ لو تعلمون ما علم لضحکم قلیلاً ولبکتیم کثیر او ماتلذذتم بالنساء علی الفرشات ولخرجتم الی الصعدات تجارون الہ اللہ۔ ترجمہ: ”ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہے اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم بہت کم ہنسو اور زیادہ رونے لگو اور بستر پر اپنی عورتوں سے لذت حاصل کرنا چھوڑ دو اور یقیناً تم خدا سے فریاد کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ گے۔“

جیسا کہ رنج اٹھانے والوں اور ہوم سے پریشان و تنگ آ جانے والوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ وہ گھروں سے مجنونانہ انداز میں نکل کر جنگل و صحرا میں دل کا بوجھ کم کرنے کے لئے گھومتے ہیں۔ پس وہ شخص بھی ان خوش قسمت مسلمانوں میں شامل ہے جن کو حق تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا جو تہائی میں اللہ کا ذکر کر کے اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں۔ آنکھوں سے آنسو بہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے کسی دنیاوی نفع و نقصان کو پیش نظر رکھ کر رویا جائے بلکہ دیدہ دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور غالبہ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلیں ایسے آدمی کو روزِ محشر کے سخت دن سایہ رحمت کے نیچے جگہ ملنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ ایک اکسین اخلاص کا وصف پایا جاتا ہے کہ تہائی میں یاد اللہ میں مشغول ہے دوسری وجہ یہ کہ اللہ کے عذاب کا خوف یا اللہ سے حصولِ جنت کا شوق دونوں میں رونا آتا ہے۔

ثابت بنائی کا ارشاد: علماء نے ثابت بنائی کی روایت سے ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ وہ بزرگ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کون سی دعا قبول ہوئی، لوگوں نے پوچھا کس طرح معلوم ہو جاتا ہے، فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ سید الکائنات ﷺ کی نظر میں اللہ کے حضور گڑ گڑانے، آہ و زاری اور رونے کی اتنی اہمیت کہ حضرت عائشہؓ اور دیگر توراۃ سے مردی ہیں کہ حضرت ﷺ کی دفعہ پوری پوری رات نماز اور دعا میں رورود کر مصروف عبادات رہتے یہاں تک کہ قدم مبارک سو جھ جاتے اور مبارک آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو پورے چہرہ و داڑھی کو تر کر دیتے۔ رونے کی اسی فضیلت و اہمیت کے پیش نظر آقائے نامداریہ ﷺ نے بھی اپنی امت کو اسی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔

(جاری ہے)

علامہ شاہ بلخ الدین کینڈا

حضرت ابو طلحہ انصاریؓ

مسلمان اور مشرکین عرب ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے۔ جیت صاف مسلمانوں کی تھی اتنے میں میدان جنگ کا نقشہ بدلا، مسلمانوں کی فوج کا وہ حصہ جو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے تحت تھا اپنی جگہ سے ہٹا، جہاد اعظم ﷺ نے اسے پہاڑی راستے پر حفاظت کیلئے کھڑا کیا تھا، ان لوگوں نے سوچا اب جنگ ختم ہو چکی ہے تو اپنی جگہ چھوڑ کر میدان جنگ کے بیچ میں چلے جائیں جہاں مال غنیمت جمع کیا جا رہا تھا اور مال غنیمت جمع کرنے میں ہاتھ بٹائیں۔

کافروں کے ایک دستے نے دیکھا کہ حفاظتی دستہ اپنی جگہ پر نہیں ہے، تو گھوم کر وہاں پہنچے اور اس حصہ کو گھیرے میں لے جہاں حضور اکرم ﷺ کھڑے اپنی فوجوں کو لڑا رہے تھے، یہ جنگ کا وہ نازک لمحہ تھا جب بازی ادھر یا ادھر ہو سکتی تھی، کافروں کا حملہ شدید سے شدید تر ہوتا گیا، مسلمان اس وقت میدان جنگ میں پھیلے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کے قریب بہت کم لوگ رہ گئے تھے، لیکن یہی جانشین اپنی جگہ ڈٹ گئے اپنے نبی کے آگے سیدہ پلائی ہوئی دیوار بن کر سر ہو گئے، کانٹے کی لڑائی ہو رہی تھی، کافر بڑھے چلے آ رہے تھے اور مسلمان انہیں روک رہے تھے، کبھی کبھی رسالت پناہ ﷺ سر اٹھا کر یہ منظر دیکھ لیتے تھے اس وقت ایک آواز سنائی دیتی..... میری جان آپ کی جان پر قربان اور میرا چہرہ آپ کے چہرہ مبارک پر نثار! اور پھر اللہ کا وہ سپاہی جس کی آواز تھی اپنے جیمبر کے لئے ڈھال بن جاتا، اس دن ایک دو نہیں تین کمائیں اس کے ہاتھوں میں ٹوٹیں، تیر تھے کہ دشمن کے لئے موت کا پیام لے کر ان کی چٹکی سے نکلتے، اس روز حملہ آوروں کا منہ پھیر دینے میں اس مجاہد کا بڑا ہاتھ تھا۔ یہ مجاہد حضرت ابو طلحہ انصاریؓ تھے، دوسری بیعت عقبہ کے نقیب، بنو خزیمہ کے رئیس، خاندان نجار کی آبرو، حضرت ام سلیمؓ کے شوہر اور حضرت انسؓ بن مالک کے سرپرست! مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ ہوا تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ آپ کے بھائی بنائے گئے۔ وہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جنہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی! حضرت طلحہؓ کے مقام کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

احد کی لڑائی کے بعد ان کا بایاں ہاتھ زندگی بھر کے لئے بیکار ہو گیا تھا، یہی ہاتھ تھا جس پر وہ ان تیروں کی بارش روک رہے تھے جو رسالت پناہ ﷺ پر ہو رہی تھی، یہ ہاتھ مسلمانوں کے لئے بڑا مقدس ہاتھ تھا جس نے میدان احد میں تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔ ابو طلحہؓ کی عمر اس وقت چوبیس پچیس سال کی تھی اوسط قد تھا، سانولی رنگت، مدینے میں ان کا بڑا مرتبہ تھا، رسالت مآب ﷺ آپ کے گھر جاتے، کھانے کا وقت ہوتا اور کوئی چیز کھانے کے لئے پیش کی جاتی تو خوشی سے کھاتے، کبھی دوپہر میں ان کے گھر کو رونق بخشتے تو تھوڑی دیر کے لئے قبولہ بھی کر لیا کرتے تھے، حضرت ام

سلیم رشد میں آنحضرتؐ کی خالہ ہوتی تھیں، رشتہ درو کا سہی لیکن حضور اکرمؐ ان کا بڑا لحاظ فرماتے تھے، انہی کی وجہ سے حضرت انسؓ کو بارگاہ نبویؐ کا خادم بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

رسالت پناہ کی ذات سے حضرت ابوطلحہؓ کو بے پناہ عقیدت تھی، خود حضور اکرمؐ بھی آپ کا بہت خیال رکھتے تھے، تمام لڑائیوں میں وہ رسول اللہؐ کے ساتھ رہتے تھے، سفر میں انکا اونٹ حضور اکرمؐ کی سواری سے سب سے زیادہ قریب ہوا کرتا تھا، گھر میں جب بھی کوئی چیز آتی تو حضرت ابوطلحہؓ آنحضرتؐ کے لئے ضرورت مند بھیجتے، کبھی کبھی تو بہت معمولی چیزیں بھیجی جاتیں، خرگوش کی ایک ران، تھوڑے سے خرے غرض جو کچھ بھی ہوتا حضور اکرمؐ بڑی خوشی سے ان کی نذر قبول فرما لیتے، قدر افزائی کا یہ حال تھا کہ اللہ کے رسولؐ جج کے لئے تشریف لے گئے اور منیٰ میں بال ترشوائے تودہنی طرف کے بال تو کئی لوگوں میں تقسیم فرمائے لیکن بائیں طرف کے تمام موئے مبارک حضرت ابوطلحہؓ کو عنایت ہوئے، اس امتیاز پر کوئی ان کی خوشی دیکھتا! معلوم ہوتا تھا دو عالم کی دولت ان کے حصے میں آئی تھی۔

جب عبد اللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے تو حضور اکرمؐ نے کھجور چبا کر نومولود کو چٹائی اور نام رکھا، ہجرت کے بعد پیدا ہونے والے بچوں میں سب سے پہلے یہ شرف حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو حاصل ہوا، جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نواسے تھے۔

انہی عبد اللہ سے حضرت ابوطلحہؓ کی اولاد پھیلی اور بھی لڑکے ہوئے لیکن وہ بچپن ہی میں مر گئے۔ دوسرے لڑکے حضرت اسحاقؓ تھے جن کے لڑکے مشہور محدث گزرے ہیں۔

مسجد نبویؐ کے بالکل سامنے ایک جگہ تھی بیرح، یہاں حضرت ابوطلحہؓ کی کچھ زمین تھی، بڑی زرخیز اور شاداب زمین تھی! اس میں ایک کنواں تھا، مدینے کا مشہور کنواں، نہایت میٹھا پانی تھا، اس میں سے ایک خاص مہک آتی تھی، رسالت پناہؐ اسی کنویں کا پانی پیا کرتے تھے اور بہت شوق سے پیتے تھے، جب حکم آیا کہ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ یعنی جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو بہت زیادہ عزیز ہے تو نیکی کو نہیں پاسکتے..... تو سب صحابہ کرام نے اور بالخصوص انصار کے بڑے آدمیوں نے جو جس کے پاس تھا راہ خدا میں وقف کر دیا، حضرت ابوطلحہؓ نے بھی وہ زمین اور کنواں وقف کرنا چاہا، آنحضرتؐ نے سنا تو بہت خوش ہوئے فرمایا۔ اسے اپنے عزیزوں میں تقسیم کر دو!

ایک وہ دور تھا کہ ابوطلحہؓ کی شراب کی محفلیں مدینے سے باہر بھی مشہور تھیں، یا اسلام لانے کے بعد ایک ایسا دور بھی آیا کہ جو کچھ تھا راہ خدا میں لٹا چکے تھے، فقر و فاقے میں زندگی بسر ہونے لگی، ایک مرتبہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک مسافر آیا، اس کے ٹھہرنے کا کہیں انتظام نہیں ہو رہا تھا، ارشاد نبویؐ ہوا کہ اسے جو مہمان رکھے گا خدا اس

پر رحم کرے گا۔ حضرت ابوطحہؓ سب سے پہلے اٹھے، مہمان کو ساتھ لیا، گھر پہنچے، بیوی سے پوچھا..... آج کھانے پینا کا کیا انتظام ہے؟ بتایا گیا..... کچھ نہیں۔ بس اتنا ہے کہ بچوں کے لئے کچھ پکالیا گیا ہے۔ فرمایا..... بس کافی ہے۔ کسی طرح بچوں کو سلا دو۔ بچے سو گئے تو چراغ بجھا دیا، اور جو کھانا تھا مہمان کے آگے رکھ دیا، میاں بیوی بھی ساتھ ہی بیٹھ گئے اور جھوٹ موٹ منہ چلاتے رہے، سارا گھر فاقے سے تھا، چھوٹے چھوٹے بچے بھوکے تھے لیکن کچھ پروا نہ تھی، صبح بارگاہ نبویؐ میں پہنچے تو ارشاد ہوا کہ رات تمہارے ایثار سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا!

حضرت ابوطحہؓ انصاریؓ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد کوئی چالیس سال تک زندہ رہے، کیسے چالیس سال کہ تصور کر کے حیرت ہوتی ہے، کوئی تیس سال عمر سے لے کر ستر برس کی عمر تک یعنی جب انتقال ہوا اس وقت تک مسلسل روزے رکھتے۔ سوائے ان دنوں کے جب روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے، زندگی کے دیگر معمولات کا اس کے بعد کیا ذکر ہو، عمل ایسا اور علم کا یہ حال کہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ وہ ان صحابہ کرام میں سے تھے جن کے علم و فضل کا دور دورہ چرچا تھا، ہجرت کے بعد برابر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے، سفر و حضر میں ساتھ رہا، بانو (۹۲) حدیثیں ان سے نقل کی گئی ہیں، اس بارے میں وہ بڑی احتیاط فرماتے تھے، خدا نے ان کے بیٹوں پوتوں کو بھی یہ فضیلت دی تھی کہ اپنے وقت میں علم حدیث کے امام مانے جاتے تھے۔

حضرت ابوطحہؓ کی بیان کی ہوئی اکثر حدیثیں حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں لڑی جانے والی جنگوں کے بارے میں ہیں، عام خیال یہ ہے کہ ان تمام غزوات میں وہ شریک رہے، بدر، احد، خیبر اور حنین میں ان کی جنگی صلاحیتیں غیر معمولی طور پر نمایاں ہوئیں۔

ہجرت کا ابتدائی دور اہل مدینہ کے لئے بڑا صبر آزمائش کا تھا، مشرکین مکہ نے مدینے کے منافقوں اور یہودیوں سے مل کر مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا تھا، آئے دن یہ خبریں پھیلتی رہتی تھیں کہ مکہ والے لشخون ماریں گے، رات کے حملوں کا خیال کر کے مظلوم مسلمان پریشان رہا کرتے تھے، ایک مرتبہ آدھی رات گزری تھی کہ شور و غل اٹھا کہ..... مدینے پر حملہ ہونے والا ہے، رسول اکرم ﷺ بھی حجرے سے باہر تشریف لے آئے، صورت حال معلوم ہوئی تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جو لوگ جمع ہو گئے تھے ان میں حضرت ابوطحہؓ بھی تھے، وہ گھوڑے پر سوار، ہتھیار لگائے ہوئے آئے تھے اور حملہ آوروں سے نمٹنے کے لئے ہر طرح تیار تھے۔ رسالت پناہ ﷺ نے حضرت ابوطحہؓ کا گھوڑا لیا، سوار ہوئے اور تنہا مدینے سے باہر چلے گئے، اپنے فداؤ کی حفاظت کا کس قدر غیر معمولی خیال تھا کہ ختمی مرتبت ﷺ نے اپنی ذات کو خطرے میں ڈال دیا، حضرت ابوطحہؓ سے رہا نہ گیا، پیچھے پیچھے چلے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ دیکھا حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لا رہے ہیں، حضرت ابوطحہؓ کو اللہ کے رسول نے اپنی طرف آتے دیکھا تو فرمایا کہ..... خوف کی کوئی بات نہیں! اطلاع عام ہو گئی! سب لوگ اپنے اپنے گھر وں کو لوٹ گئے، حضرت ابوطحہؓ بڑے خوش تھے کہ ان کا گھوڑا بڑا مبارک

ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول نے اس پر سواری فرمائی اس موقع پر ان سے ارشاد ہوا کہ..... ابو طلحہ! تمہارا گھوڑا بڑا تیز رفتار ہے! ایک جانثار کے لئے یہ بڑا اعزاز تھا۔

آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد بہت سے عاشقان رسول ایسے تھے جن کا دل مدینہ میں بالکل نہیں لگتا تھا، ختمی مرتبت ﷺ کی ایک بات یاد آتی اور دل کو تڑپاتی رہتی تھی، بہت سوں نے سرزمین شام کی طرف ہجرت کی، انہی میں حضرت بلالؓ اور حضرت ابو طلحہ بھی تھے ان غم زدوں کے دل جب دوری سے گھبراتے تو رات دن کا سفر کر کے روضہ مبارک پر حاضر ہوتے اور رو کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتے۔

حضرت ابو طلحہؓ ان لوگوں میں سے تھے جو آگے رہنے اور نمایاں ہونے کا کبھی خیال نہیں کرتے تھے جو کچھ کرنا ہوتا چپ چاپ کر دیتے، جب بیروحا (۱) کی قیمتی زمین اور کنواں وقف کیا تو قسم کھا کر کہا..... یہ بات اگر چھپ سکتی تو میں کبھی ظاہر نہ کرتا، حکم ہے کہ..... راہ خدا میں اس طرح خرچ کرو کہ دائیں ہاتھ سے خرچ ہو تو بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہونے پائے، حضرت ابو طلحہؓ اس حکم پر عمل کرنا چاہتے تھے ویسے صدقہ و خیرات اگر ظاہری طور پر بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ مقصد دوسروں کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دینا ہو۔

حضرت ابو طلحہؓ نے بڑی خاموشی سے زندگی بسر کی، سارا وقت عبادت الہی میں گزارا۔ کسی دنیاوی اعزاز کی کبھی خواہش نہ کی، چاہتے تو ہر خدمت انہیں مل سکتی تھی، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں شام ہی میں رہے، حضرت عمرؓ کے انتقال سے کچھ دنوں پہلے مدینہ آئے پھر واپس شام چلے گئے۔

ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔ وہ بھی اس حال میں کہ گھریاں اور بچوں سے دور تھے ایک تو بڑھا پا اس پر چالیس سلسل مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے کمزوری بڑھ گئی کھلی عمر ایمان ایسا مضبوط تھا کہ ایک دن گھر پر بیٹھے کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے کہ سورہ توبہ کی ایک آیت نے جہاد کا ولولہ تازہ کر دیا، بولے..... خدا نے بوڑھے جوان سب پر جہاد فرض کیا تھا، میرے لئے سامانِ سفر تیار کرو! کسی نے کہا) خدا آپ پر رحم کرے، عہد نبوی کی تمام لڑائیوں میں آپ شریک ہو چکے ہیں، شیخین کے زمانے میں آپ نے برابر جہاد میں حصہ لیا، اب اس حال میں آپ گھر میں بیٹھے رہیں، ہم لوگ جہاد پر جاتے ہیں۔ لیکن شوقِ جہاد اور شوقِ شہادت کہاں رکے دیتا تھا، ایک سمندری لڑائی میں شریک ہونے نکلے، جہاز ہی پر انتقال فرمایا، ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا تو انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ مجاہد لوٹ رہے تھے تو ان کا یہ جملہ سب کے کانوں میں گونج رہا تھا کہ..... اللہ تعالیٰ نے بوڑھے جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے!

(زیر تہجیب کتاب بزم الف لام میم، کا ایک باب)

(۱) ایک کنواں جو نخلستان میں تھا، مسجد نبوی کی حالیہ توسیع سے پہلے اپنے پہلے حج کے موقع پر میں نے یہ

کنواں دیکھا تھا۔

خصوصی خطاب: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولانا حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی *

کائنات میں ارباب علم اور اہل دین کی اہمیت اللہ و رسول ﷺ اور عالم کفر کی نگاہوں میں اہم طبقہ

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ شیخ الحدیث مولانا ذریا احمد صاحب قدس سرہ بانی امداد العلوم فیصل آباد کی وفات ۳ جولائی کے دوسرے دن ۴ جولائی کو تعزیت کیلئے فیصل آباد تشریف لے گئے نماز ظہر کے بعد جامع مسجد امداد العلوم کے وسیع ہال میں طلبہ اساتذہ اور تعزیت کیلئے آنے والے ہزاروں افراد سے خطاب فرمایا جسے ٹیپ کی مدد سے مرتب کیا گیا اسی دن آپ نے دارالعلوم فیصل آباد میں حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب قدس سرہ کی تعزیت کی اور وہاں بھی علماء و طلباء سے تعزیتی خطاب فرمایا اس سے قبل اسی دن آپ نے چنیوٹ میں مجاہد ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی قدس سرہ کی وفات پر ان کے خاندان و متعلقین اور کارکنوں سے بھی تعزیت کی..... (ادارہ)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاكرام۔ قال
النبی ﷺ موت الغالم موت الغالم
عالم کی موت عالم کی موت: میرے انتہائی عزیز طلبہ کرام حضرات اساتذہ اور وابستگان حضرت شیخ نذیر احمد صاحب قدس سرہ العزیز یہ المناک حادثہ علمی دنیا کے لئے ایک بہت بڑا حادثہ ہے مجھے کل ایسے وقت میں اطلاع ملی جب کہ جنازہ میں پہنچنا ممکن نہ تھا۔ اور پہلے سے مصروفیات میں بھی پھنسا ہوا تھا۔ سینٹ کے اجلاس کے دوران بھی برادر عزیز صاحبزادہ مفتی محمد طیب صاحب سے اور دیگر حضرات سے فون پر بات چیت جاری رہی۔ یہ بد قسمتی تھی کہ جنازے کی سعادت سے محروم رہا آپ حضرات ایک بہت بڑے مشفق سرپرست و مربی اور روحانی والد کے سائے سے

* مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ ٹنک

محروم ہو گئے ہیں یہ صرف ان کے صاحبزادوں اور آپ طلبہ کا صدمہ نہیں عالم کا دنیا سے اٹھ جانا پورے عالم انسانیت کا صدمہ ہوتا ہے۔

موت وصال محبوب کا ذریعہ: جانے والے عالم کے لئے تو ایک بڑی خوشی اور سعادت کا موقع ہوتا ہے وہ تو محبوب کے وصال سے مالا مال ہو جاتا ہے جس کے بیچ دتاب اور سوز و ساز میں اس کی ساری زندگی گزری ہوئی ہے تو ان کے لئے تو عید ہوتی ہے الموت جسرو یوصل الحبيب الى الحبيب وصال حبیب کا ذریعہ یہی ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کے دیدار و مشاہدے سے اور مرضیات سے مالا مال ہو جاتا ہے ایک عاشق کے لئے اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہو سکتی ہے یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس وقت کے انتظار میں تڑپتے ہیں الدنیا سجن للمومن دنیا کو وہ قید سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جلدی اس سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ حضرت بلالؓ پر نزع کی حالت اور سکرات کے عالم میں وجد کی کیفیت طاری ہوئی وہ جھوم جھوم کر کہہ رہے تھے غدا القی الاحبة محمداً وحزبه۔ کہ میں کل اپنے دوستوں سے ملوں گا حضور ﷺ اور اپنے محبوب صحابہؓ سے ملوں گا اور بعض تو اس دیدار پر دنیا و آخرت کے کسی نعمت کو ترجیح نہیں دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ بس اللہ کا دیدار سب سے بڑی سعادت ہے۔ ان کو جنتوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور نہ ان کی نظروں میں اس کی کوئی اہمیت ہوتی ہے۔ بزرگوں سے ہم نے ایسے بہت سارے واقعات سنے ہوئے ہیں۔

سکرات میں دیدار الہی کی تڑپ و شوق: ایک بزرگ شیخ ابن الفارض بہت بڑے ولی اللہ تھے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی کتابوں یا مواعظ میں میں نے یہ واقعہ دیکھا ہے کہ جب ان کی موت قریب آئی اور سکرات طاری ہو گئے تو اس دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ نے جنتوں کو انکے سامنے لاکھڑا کیا کہ یہ مقامات جنت تیرے لئے تیار ہیں۔ گویا ایک جلوہ سکرات کے دوران اللہ نے دکھا دیا تو وہ بڑے پریشان ہوئے چہرے پر انتہائی ناگواری اور ناراضگی کی کیفیات طاری ہو گئے اور یہ اشعار منہ پر طاری ہوئے کہ۔

ان کان منزلتی فی الحب عند کم ما قدر ایت فقد ضیعیبت ایامی
وہ خدا سے مخاطب ہوئے کہ کیا میرے عشق و محبت کی یہ قیمت تھی اگر صرف محلات و باغات اور حوریں آپ نے مجھے دینی ہیں تو پھر تو یارب میری ساری زندگی ضائع ہو گئی، میں جس چیز کی تلاش میں تھا وہ تو یہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی محبت دکھانا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کو تو یہ سب معلوم تھا اب اللہ نے وہ ساری جنتیں سامنے سے ہٹا دیں اور اپنا ایک جلوہ دکھایا تو شیخ ابن الفارض خوشی سے چیخ پڑے یا رب الان فزت کہ میں یہی چاہتا تھا تیرا ایک دیدار اور جھلک میرے لئے کافی تھا تو ایسے لوگوں کا مقام بہت اونچا ہوتا ہے۔

عالم اور معلم کی خصوصیات: عالم کی قدر و قیمت تو ساری کائنات کو معلوم ہوتی ہے۔ سب مخلوقات حشرات عالم اور معلم کی خصوصیات:

الارض کونباتات کوجیوانات کوجمادات کومعلوم ہوتا ہے کہ عالم کی کتنی اہمیت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا موت العالم موت الغلام اس کی وجہ کیا ہے کیوں ایک آدمی کی موت سے ساری کائنات کو موت آ جاتی ہے؟ اور اس کے ساتھ دوسری طرف یہ بھی کہ ایک طالب علم کو فرشتے رحمت کے پر کیوں بچھاتے ہیں؟ ایک بادشاہ وقت کے لئے تو دس بارہ گز کا قالین بچھایا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ایک طالب علم کو دین کے سیکھنے والے کے لئے اپنے فرشتوں کو مامور کرتا ہے۔ کہ جاؤ ان کے لئے اپنے پر بچھاؤ تاکہ یہ لوگ ان پروں پر چلیں پھر حشرات الارض وحوش و طیور بھی انکے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ دریاؤں اور سمندروں میں مچھلیاں دعا گورہتی ہیں۔ سوراخوں اور بلوں میں کیڑے مکوڑے دعا کرتے ہیں 'فضاؤں میں پرندے اس کام میں لگے ہوتے ہیں یہ میں نہیں کہتا یہ سب کچھ احادیث میں ہے۔ اور جہاں طالب علم بیٹھ کر سبق پڑھتے ہیں، درس و تدریس کا سلسلہ ہوتا ہے، فرشتے آ کر پرے لگاتے ہیں اور عرش تک پرے لگ جاتے ہیں۔

ما اجتماع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتدارسون القرآن الاحفہم الملائکۃ وہ خاص پر قدموں کے نیچے بھی بچھتے ہیں اور سروں کے اوپر بھی سایہ آگن ہوتے ہیں وغشیتہم الرحمہ اور ایک خاص رحمت ایسے لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔ و ذکرہم اللہ فی ملاء من عندہ اور اللہ ان درس و تدریس والوں کو اپنے خاص مقربین ملاء اعلیٰ اور مخلوقات میں فخر و محبت سے یاد کرتے ہیں۔

عالم کے ساتھ دین کی وابستگی: اتنی بڑی اہمیت ہے اور یہ اس لئے کہ یہ ساری کائنات سمجھتی ہے کہ یہ عالم ہے تو ہم سب ہیں۔ اسی عالم کے ساتھ دین وابستہ ہے اور وہ دین جو کہ آخری ہے قیامت تک رہنے اور قیامت تک آخری نبیؐ نے اپنی وراثت ان کو منتقل کی ہے یہ وراثت اب قیامت تک یہی سنبھالنے والے ہیں اور جب تک سنبھالتے رہیں گے تو دین تعلیم و تعلم کے ذریعہ محفوظ رہے گا۔ دین وہی ہے جو قرآن و سنت وحی اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے مستفاد ہے۔

عبادت حقہ اور مہذب اقوام کے عباداتی طور طریقے: ورنہ تو دین کے نام پر ہزاروں طریقے و ڈرامے ہیں دنیا کی اقوام و مذاہب آپ الملل والخل میں پڑھتے ہیں، کہ گوبر کی بھی پرستش کرتے ہیں گائے کی بھی پرستش کرتے ہیں اور دنیا کے ہر غلیظ سے غلیظ شی کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ بڑے مہذب دور میں یہ جاپان اور اقوام عالم مرد کے عضو تناسل کی پرستش کرتے تھے۔ یہ ان کا معبود تھا۔ اب بھی آپ فارایسٹ کے ممالک میں جائیں وہاں بازاروں میں لکڑی وغیرہ کے بنے ہوئے اعضاء تناسل بکتے ہیں۔ بطور عبادت لوگ ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ انسان جب غلیظ ہو جائے تو ثمردنناہ اسفل سافلیں اور پیشاب و گوبر میں یہ جوگی وغیرہ بندو پھنسے رہتے ہیں، کہ یہ بڑی مقدس چیز ہے۔ تو وہ بھی تو عبادت ہے، تو ان غلاظتوں کی عبادتوں سے عبادت حقہ کی طرف ہم کیسے آئے۔ ہمیں اس سے حضورؐ نے نکالا حضورؐ کی وجہ سے اس کی ساری امت اور ساری انسانیت کو عبادت حقہ کی طرف لانے کے لئے یہ ذمہ

داری آپ کو سونپی گئی اگر آپ لوگ یہ ساری محنت کر کے اور یہ سلسلہ آگے پہنچاتے رہے تو قرآن و سنت کی تعلیم جاری و ساری رہے گی۔ تو اللہ کی عبادت صحیح طریقوں سے ہوگی اور اللہ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ لا تقوم المساعة حتی یقال فی الارض اللہ اللہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک صحیح دین ہوگا اور اللہ کی عبادت صحیح شکل میں کی جائیگی۔

عالم کی حیات پر عالم کی حیات موقوف: میرے والد صاحب رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ یہ حیوانات کیڑے مکوڑے وغیرہ بڑے خود غرض ہیں ان کو عالم دین سے اتنی دلچسپی اسلئے ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری حیات بھی اسی پر موقوف ہے کہ کائنات باقی رہے گی تو حشرات وحوش و طیور بھی ہوں گے۔ اب اس ملت کیلئے امت کیلئے آپ کی اہمیت کتنی ہے وہ تو ہم نے ان احادیث و قرآن سے سنی یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات تو یہ ساری فضیلتیں اہمیتیں ہمارے لئے عقیدے کی حیثیت رکھتی ہیں کہ عالم کی موت سے کتنا بڑا اخلاء پیدا ہوتا ہے۔ گھر کے نگہبان کے نہ ہونے سے گھر اجڑ جاتا ہے محلہ کا ملک نہ ہو تو وہ محلہ اجڑ جاتا ہے کسی سے قبیلہ اجڑ جاتا ہے کسی سے گاؤں اجڑ جاتا ہے۔ و ما کان قیس ہلک ہلک واحد و لکنہ بنیان قوم تہلدا تو حقیقت ہے کہ موت العالم موت العالم ان کا جانا ساری دنیا پر اثر انداز ہوتا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ ایک عالم کی ذات بڑی اہم ہے مولوی اور طالب علم بڑا اہم ہے اس آخری دین کی بقاء ان ہی کے ذریعہ سے ہے؟

عالمی کفر بھی علماء کی اہمیت جان گیا: لیکن یہ احساس کافروں کو پہلے نہیں تھا لیکن اب ان کو بھی یہ احساس بہت زیادہ ہو گیا۔ جو لوگ آپ کو فضول ترین سمجھتے تھے اب ان کو پتہ لگ گیا ہے کہ قیمتی ترین یہی ہیں اب صدر بش بھی کہتا ہے کہ لا تقوم المساعة حتی یقال فی الارض اللہ اب بش بھی کہتا ہے کہ موت العالم موت العالم بش کہتا ہے کہ اصل سرمایہ تو اس امت کا یہی ہے وہ بیچارہ سمجھ رہا تھا کہ دنیا پر فوجوں کے ذریعہ قبضہ کر لوں گا اور لشکر کشی کروں گا، نسل کشی کروں گا اور یہ مسلمان مٹ جائیں گے۔ لیکن بالآخر وہ اس نقطے پر پہنچ گیا کہ یہ مٹنے والے نہیں ہیں۔ عسکری و دفاعی صلاحیت: جب تک ان کے ساتھ یہ عسکری و دفاعی صلاحیت ہے عسکری اور دفاعی صلاحیت اس اعتبار سے نہیں کہ آپ کے ساتھ توپ و تفنگ ہیں وہ سمجھ گیا کہ اگر ان کے ساتھ یہ آخری دین ہے تو ہم ان کو نہیں مٹا سکتے اب وہ آخری دین کس وجہ سے ہے۔

عالم اسلام کے حکمرانوں اور افواج کا کردار: وہ سمجھ گیا ہے کہ اس امت کے بچپن چھپن حکمرانوں کی وجہ سے نہیں ہے وہ آخری دین ان کی فوج کی وجہ سے نہیں ہے ہر ایک نے ایک لشکر جراتیاریا کیا ہوا ہے ملک کو توڑنے والے ملک کو بیچنے والے اور ملک کو بڑبڑانے والے لوگ وہ فوج جو کہ گزشتہ سو سالوں میں کئی سو کلو میٹر پر بھی لشکر کشی نہ کر سکی یہ

الگ بات ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم دہشت گرد نہیں ہیں ہم کہتے ہیں کہ ہم صلح پسند ہیں یورپ کے میڈیا سے ہمارے گھنٹوں مناظرے ہوتے ہیں کہ بھی ہم دہشت گرد نہیں اور ہم مثال دے کر کہتے ہیں کہ کیا گزشتہ سو سال میں کہیں بھی ہم نے آپ لوگوں پر ایک انچ کی جارحیت کی ہے؟ تم نے دوڑھائی سو برس سے ہمیں استعمار کا غلام بنا رکھا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ۵۷ سال میں ہمارے ہاں کوئی غیرت مند اور ایماندار فوجی آیا ہی نہیں ہے وہ لشکر کشی کا کیا کرے گا وہ اپنے ملک کو بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔

اپنے ملک کو فتح کرنے والے: اور اب تو اپنے ملک کو فتح کرنے میں لگے ہوئے ہیں ہماری جہادی فوج کو اس پر لگایا گیا کہ اپنے قبائل پر لشکر کشی کرو بہر حال اگر ہم نے کافروں پر لشکر کشی نہیں کی ہے تو یہ ہماری بزدلی اور بے حسی کی وجہ سے ہے۔

عالم اسلام کی حالت زار اور کفر کے خلاف ڈٹنے والے: ورنہ چاہیے تو یہ تھا کہ آج واشنگٹن اور دہلی پر ہمارے جھنڈے گڑے ہوتے، ۵۵ ممالک میں فلسطین پر وہ اربابیت کر رہا ہے۔ شیشان میں وہ لگا ہوا ہے، بوسنیا میں وہ لگا ہوا ہے، عراق میں ہمارا جو حشر ہے اور افغانستان میں جو کچھ ہوا اور یہ ساری (مغربی) قوتیں افغانستان میں اسی لئے جمع ہوئیں کہ یہ تو واقعی صدیوں بعد ایک خدائی لشکر آگئی۔ یہ خدائی لشکر آ گیا تو سنٹرل ایشیاء سارا پریشان ہو گیا، طالبان بچارے بار بار کہتے رہے کہ ہمارا سنٹرل ایشیاء کی طرف پیش قدمی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ لیکن یہ لوگ ڈر کے مارے اس کام پر لگ گئے کہ جلد اس طاقت کو ختم کر دو ورنہ ہم زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ ان کو اس ایک ارب انسانوں (مسلمانوں) کی بھیڑ سے بھی خطرہ نہیں ہے اور یونیورسٹیوں کالجوں اور سکولوں سے جو مسٹر طبقہ نکل رہا ہے یہ تو ان کے جیب میں ہیں وہ ان کے ہاں پر کاہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور یہ لاتعداد صدور اور وزراء اعظم اور یہ فوجوں کے جرنیل ان کو معلوم ہے کہ یہ غشاء کعشاء السیل ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سمندر کے جھاگ کی طرح ان کی کوئی حیثیت نہیں تو ان حالات میں کون اٹھا اور کون میدان میں ڈٹ گیا اور سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ کہ خبردار تمہارے نیوورلڈ آرڈر کی ایسی کی تیسری تمہارے عزائم ہم پورے ہونے نہیں دیں گے۔

صرف اسلام ورلڈ آرڈر دیگر بیچ: ورلڈ آرڈر تو اصل میں ہمارے پاس ہے ان الدین عند اللہ الاسلام اور تم کون ہو کہ اپنا ورلڈ آرڈر بناؤ گے نیوورلڈ آرڈر تو ایک ہی ہوتا ہے ورلڈ آرڈر بدلتا نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک ایک ورلڈ آرڈر ہے کیونکہ اس کو بنانے والا ایک ہی ہے نیوورلڈ آرڈر ایسا ہے کوئی کہے کہ نیا چاند لوگ کہیں گے کہ پاگل کا بچہ ہے چاند بھی پرانا ہو سکتا ہے اسی طرح نیا سورج، سورج اور چاند اور ستارے وہ جس طرح ہیں۔ اسی طرح ہیں اگر ایک شخص بٹش کہے کہ میں نیا چاند لگاتا ہوں، نیا سورج لگاتا ہوں تو لوگ اس کو پاگل کہیں گے کہ اسے پاگل خانے بھیج دو تو نبی رحمت جو آسمان نبوت کے ماہتاب ہیں اس کو گھن نہیں لگتا، نہ اس کو خوف اور

کسوف ہوتا ہے دنیا کے چاندوں اور سورج کو کسوف و خسوف بھی ہوتے ہیں لیکن نبی رحمت ﷺ کو نہ کسوف ہوتا ہے نہ خسوف اور نہ اسکے دین کو و من بیتغ غیر الاسلام دینا یہ ورلڈ آرڈر چھوڑ کر کوئی دوسرا ورلڈ آرڈر ڈھونڈے گا تو فلن یقبل منہ۔ بہر حال دشمن شیطانی چکر نیو ورلڈ آرڈر میں لگ گیا تو پھر یہ مولوی اور طالب علم میدان میں ڈٹ گئے۔ افغانستان میں بھی ڈٹ گئے اور الحمد للہ ایک بہت بڑے سپر پاور کو پاش پاش کر دیا، سوویت یونین سپریم طاقت تھی مگر اللہ اکبر کے نعروں سے اس کے پر نچے اڑا دیئے۔

امریکہ اور عالم کفر کا مدرسوں سے خوف و ہراس: اس کے بعد جو بڑی طاقت اس کی جگہ (امریکہ) آئی تو اس کو چین و سکون نہیں ہے وہ پریشان ہے کہ یہ مدرسوں میں بیٹھے ہوئے ہمیں کھا جائیں گے۔ اس کا پیشاب خوف سے نکل رہا ہے۔ روزانہ اس سلسلہ میں نئی نئی خبریں آرہی ہیں یورپ کے حالات دیکھو کہ بس طالب علم آگئے ہمارا ایک ممبر ہے صوبائی اسمبلی کا ڈپٹی اسپیکر اکرام اللہ شاہد صاحب وہ ابھی ایک وفد کے ساتھ لندن گیا ہوا تھا سفید کپڑے پہنے ہوئے اس کی داڑھی بھی ہے وہ کہتا ہے کہ سڑک پر کھڑا تھا کسی سے پوچھنے کے لئے فلاں جگہ کو کون سی گاڑی جاتی ہے تو ایک انگریز قریب آیا اور پھر اچانک بھاگ کھڑا ہوا اور چیخ رہا تھا کہ طالبان طالبان کہ سفید کپڑوں اور ٹوپی والا ابھی کھا جائے گا ان کم بختوں کا یہ تصور ہوتا ہے کہ طالبان کے بڑے بڑے سینکڑے ہوتے ہیں اور داڑھ ہوتے ہیں۔ انیاب الاغوال والا تصور ہے یہ چیر پھاڑ کرنے والے ہیں ہمارے ہاں یہ انگریز وغیرہ بے شمار آتے تھے دیکھنے کے بعد حیران ہوتے تھے کہ یہ تو سیدھے سادھے انسان ہیں ان کے تو نام بھی ہیں عبداللہ و عمر وغیرہ میں نے پوچھا کہ تم نے کیا سمجھا تھا۔ تو کہا کہ ہم نے سمجھا تھا کہ امریکہ وغیرہ میں جیسے ریڈ انڈین قبائل ہوتے ہیں بھیڑ بکریوں کی طرح مخلوق پر حملے کر کے چلے جاتے ہیں تو یہ خوف ان پر طاری ہے پھر آ کر دیکھتے ہیں کہ یہ کونسی مخلوق ہے کس طرح یہ ڈٹ گئے کس طرح یہ گھبراتے نہیں ہیں کس طرح یہ جام شہادت نوش کرتے ہیں کس طرح یہ اپنے بدن کے ساتھ بم باندھ کر اپنے پر نچے اڑاتے ہیں اب یہ اس تجزیہ پر لگے ہوئے ہیں۔

عالم کفر کا محور اور نشانہ: اس طرح گویا سارے عالم کفر کا محور صرف آپ ہیں عالم کی اہمیت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عالم کیوں اہم ہے تو ان لوگوں (امریکہ) سے پوچھو تو یہ کہتے ہیں کہ سوا ارب مسلمانوں کو میں تب غلام بنا سکوں گا کہ جب اس طبقہ کو ملیا میٹ کر دوں، مٹا دوں پہلے ان کو نشانہ بنا دوں۔ تو اس کی اہمیت بتائیں کتنی ہوگی؟ آپ کے یہ کم بخت پاکستانی مسائیر (مسٹر کی جمع) کا طبقہ یہ کہتا تھا کہ یہ (مولوی) مفت خور ہے ہیں یہ قوم پر بوجھ ہیں یہ کیا کام کرتے ہیں مسجد میں روٹیاں توڑتے ہیں، اور انگریز خبیث بھی نہیں سمجھا تھا وہ خوش تھا کہ چلو مولوی مدرسہ میں درس و تدریس میں لگا رہے ہیں اپنی حکومت چلاؤں گا اس کو یہ نہیں تھا اور اس کی حکومت کا بیڑا ابھی مولویوں نے غرق کر دیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان جیسے بڑے اکابرین نے مدرسوں کی شکل میں چھاؤنیاں بنائیں وہ اس بات کو نہیں سمجھے

تھے کہ یہ اندر سے ایمان کی چھاؤنیاں ہیں۔

اصل ایٹم بم: وہ سب سمجھ رہے تھے کہ ایٹم بم جس کے پاس ہو وہ کامیاب ہوتا ہے اور پتہ نہیں تھا کہ بڑا ایٹم بم کیا ہے تو روس قازقستان وغیرہ کے تہہ خانے ایٹم بموں سے بھرے ہوئے تھے۔ لیکن کوئی ایٹم بم روس کے کام نہیں آیا اور مسلمانوں کے لئے یہ بچے یہ ٹوٹے پھوٹے طالب علم اور مولوی کام آگئے یہ ایٹم بم بن گئے تو روس اور امریکہ اب سمجھ گیا کہ اصل ایٹم بم تو یہ ہیں ایٹم بم مادی چیزوں کا نام نہیں ہے۔

پاکستانی ایٹم بم: ایٹم بم تو پاکستان کے پاس بھی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا اور یہ نعمت دی ہے لیکن ہم الٹا ایٹم بم کی حفاظت میں لگے ہوئے ہیں یعنی قصہ الٹا ہو گیا ہے ایٹم بم بنایا اس لئے تھا کہ ہمیں محفوظ کرے گا لیکن اب سارے کم بخت کہتے ہیں کہ ایٹم بم ہاتھ سے نکل جائے گا۔ میں نے کہا کہ اس کم بخت ایٹم بم سے تو اچار بھی نہیں بنتا کہ جا کر جامعہ امدادیہ کے بچوں کے سالن میں ڈال دیا جائے۔ اگر ایسا ہے تو پھر تو جا کر اسے بحر اٹلانٹک میں پھینک دو ہمیں ایسا ایٹم بم نہیں چاہیے جس کی وجہ سے غلامی آجائے ہمیں ایسا ایٹم بم چاہیے جو کہ ہمیں غلامی سے آزادی کی طرف لائے اس ایٹم بم کی وجہ سے ان لوگوں نے ملک کو غلام بنادیا اور طشتری میں سجا کر ان کے سامنے رکھا ہوا ہے اور ساتھ ساتھ کہہ رہے ہیں کہ ہم ملک کو بچار رہے ہیں۔ بھئی ملک کو غیروں کے لئے بچار ہے ہو تو ملک کو کھنڈر بنانے دو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کر دو اگر کافر اور امریکہ کے ہاتھ میں یہ بنگلے اور پلازے جاتے ہیں تو افغانستان کے کھنڈرات اچھے ہیں یا نہیں؟ وہ عراق کے غیور عوام جو اپنا سب کچھ قربان کر رہے ہیں۔ وہ اچھے ہیں یا بنگلوں اور پلازوں والے۔

سب سے پہلے پاکستان کا مطلب: یہاں یہ کہتے ہیں کہ پہلے پاکستان تو پہلے پاکستان کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہماری عیاشیاں اور خرمستیاں جاری رہیں بیشک اس کے بدلے ہم غلام بن جائیں۔

ایک شخص گھر کے دروازے سے ایک طرف ہٹ جاتا ہے اور قابضین کو کہتا ہے کہ بھئی میرا گھر قبضہ کر لو لیکن خراب نہ کرو کیونکہ میں نے بڑی محنت سے بنایا میں تمہارے حوالے کر رہا ہوں اس کی لیٹرین بہت اعلیٰ ہے فرش بھی بہت اعلیٰ ہے۔ اس میں سنہری ٹوئیاں لگی ہوئی ہیں۔ چھینر نامت سنبھال کر کے تم رکھ لینا، میں نے اپنی بیوی بچے نظریہ اور ایمان سب کچھ تیرے رحم و کرم پر دے دئے تو کیا کوئی یہ نہیں کہے گا کہ یہ شخص پاگل ہے اس نے گھر تباہ کر لیا یا بچا لیا یا اوروں کے لئے اپنا گھر بچانے میں لگ گئے ہیں۔ اگر وہ سمجھ گئے کہ یہ مدرسے کے طالب علم ڈٹے ہوئے ہیں تو کہتا ہے کہ میرا سب کچھ لٹ جائے لیکن میں ایمان نظریہ اور دین نہیں چھوڑوں گا، اور غلامی قبول نہیں کروں گا۔

طالب علموں کی شکل کی ایک مثال اور اس کا ہوا: ایک اسامہ کو آپ نے دیکھا وہ طالب علموں کا ایک نمائندہ ہے ٹوٹے پھوٹے اس کے جوتے اور کپڑے پھٹے پرانے پائے اس کے ٹخنوں سے اونچے اور مسواک ہر وقت ہاتھ میں پرانہ داڑھی آپ دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے کہ کیا اس سے بھی کوئی ڈر سکتا ہے مگر اس سے پوری یورپ میں

ایک قیامت آئی ہوئی ہے۔ ہر روز نئے نئے شوشے آتے ہیں۔

ایک دن ایک ٹرک والے کو یورپ میں پکڑ لیا گیا، تفتیش کے لئے جرمنی زبان میں اس پر کچھ لکھا ہوا تھا لوڈن لوڈن اس پرفون پرفون ہوئے اور بڑی بڑی کانوائے آئیں اور ہنگامہ برپا ہوا کہ اس پر لوڈن لوڈن لکھا ہے شاید جرمنی میں لوڈ سے ہوگا انہوں نے کہا کہ یہ لادن لکھا ہوا ہے یعنی بن لادن ہے، یہ مذاق نہیں ہے حقیقت ہے۔ کئی گھنٹوں کے بعد یہ ہنگامہ ختم ہوا اور اس بیچارے کو چھوڑ دیا گیا اب تو بیچارہ وزیر دفاع رمز فیلڈ صبح گھر سے نکلتا ہے تو بیوی پیچھے سے آواز دیتی ہے کہ یو بی ایل کا کیا ہوا یعنی اسامہ بن لادن کا۔ پھر جب وہ شام کو گھر لوٹتا ہے تو دوبارہ وہ طنزاً پوچھتی ہے کہ مل گیا کہ نہیں، وہ سر جھکا لیتا ہے، کینیڈا اور امریکہ کے جو ہزاروں میل کی سرحدات ہیں اس کے کلبوں میں نئے سال کے آغاز میں راتوں کو پروگراموں میں بڑے بڑے پہرے ہوتے ہیں کہ کہیں اسامہ نہ گھس آئے، اگر اچانک کسی کلب میں اوپر سے چوہا کودے تو یہ بے ہوش ہو جائیں گے کہ بن لادن آ گیا، میرے ایک بیٹے کا نام بھی اسامہ ہے، یہ انگریز مرد و عورت ادھر ہمارے ہاں بہت آتے ہیں۔ حجرہ بھرا ہوتا ہے اب تو یہ سلسلہ میں نے بند کر دیا ہے تو کئی مرتبہ چائے پانی لانے کے لئے میری زبان سے نکل جاتا ہے کہ اسامہ پانی لاؤ تو یہ سب ایک دوسرے کو پکڑ کر حواس باختگی میں اٹھتے ہیں یعنی یہ کیفیت میں نے دیکھی کہ اسامہ آ گیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ کم بختو اسامہ میرے بیٹے کا نام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ آپ سے ڈر رہے ہیں، یہ حضور اقدس کی ہیبت تھی ایک مہینے کی مسافت پر کافر لڑتا تھا نصیرۃ بالرعب مسیرۃ شہر۔ یہ اس کے ایک ادنی امتی کی حالت ہے کہ ان کو پتہ بھی نہیں ہے کہ کہاں ہے زندہ ہے یا مرا ہے، یا غاروں میں ہے، یہاں سے وہ واشنگٹن پر کیا کر سکتا ہے لیکن ہر مہینے وہاں کی CIA رپورٹ دیتی ہے کہ یہ مہینہ بڑا سخت ہے اب بھی رپورٹ دی ہے کہ ہم پر حملے ہو سکتے ہیں یہ خداوندی رعب ہے۔ ایک مہینہ کی مسافت کا جو بیان حدیث میں ہے اب بھی وہی بات ہے اب مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں ہوگی۔

اللہ کے واحد سپر پاور ہونے کا ثبوت: اخبارات میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ برطانیہ کے سفارتکار اور اس کے ساتھ کچھ دیگر لوگ اس دن مجھ سے ملنے آئے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ وہ پکڑا کیوں نہیں جاتا۔ میں نے کہا کہ یہ تو امریکیوں سے پوچھو جو دنیا میں بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں، کہ ہم کیڑے مکوڑے بھی گنتے ہیں اور گاڑیوں اور اس کے نمبرات کو بھی نوٹ کرتے ہیں اور اسے سپر پاور ہونے کا بڑا گھمنڈ بھی ہے تو میں نے کہا کہ اس کی وجہ یہی ہے کہ سپر پاور امریکہ نہیں اللہ تعالیٰ ہے جس نے ثابت کر دیا ہے کہ سپر پاور میں ہوں۔ سارے کے سارے سپر پاور زنجع ہو جائیں تو ایک ٹوٹے پھوٹے طالبعلم ایک مسکین و پردیسی کو وہ گرفتار نہیں کر سکتے ہیں یہ ہے ساری صورتحال۔ اب اس کا نشانہ اور ہدف یہ ہے کہ آپ لوگوں کو مٹایا جائے اور اس ملک کا دینی تشخص ختم کیا جائے۔

الکفر ملتہ واحدہ کا کامل ظہور: صلیبی، ہمشگردی کبھی بھی اس طرح حقیق نہیں ہوتی تھی۔ دہشت گرد کبھی عالم اسلام

اور امت کے خلاف اس طرح سے اکٹھے نہیں ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا انکفر ملۃ واحده لیکن ان کے وحدت کا صحیح ظہور چودہ سو سال میں اب ہوا ہے۔ ہمیشہ کچھ کافر مسلمانوں کے ساتھ ہوتے تھے۔ غزوہ الاحزاب میں بھی کچھ تو منافقت کے پردہ میں تھے لیکن کچھ مسلمانوں کے ساتھ تھے معاہدے بھی کر لئے تھے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ہوں گے۔ اکثریت دشمن ہو جاتی تھی لیکن کوئی ایک چھوٹا سا ٹولہ اور گروپ کافروں کا اپنے مفادات اور مقاصد کے لئے مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ تاتاری جنگوں میں بھی تمام کفر ایک نہیں تھا۔ صلیبی جنگوں میں بھی سارے (کفار) مسلمانوں کے خلاف جمع نہیں ہوئے تھے۔ کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ان کے مد مقابل دشمن تھے اور مسلمانوں کو بار بار پیغامات دیتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں روس اور امریکہ جب مسلسل ایک بڑی جنگ میں لڑ رہے تھے تو کوئی مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تھا اور کوئی کافروں کے ساتھ۔ جو مسلمان روس کے دشمن تھے تو امریکہ ان کی پشت پناہی کرتا تھا یعنی کافر بٹے ہوتے تھے لیکن یہ وقت چودہ سو سال میں ایسا آیا ہے کہ پورا عالم کفر تمام ادیان و ملل مسلمانوں کے خلاف ایک ہو گئے ہیں روس اور امریکہ سیاسی لحاظ سے ایک ہو گئے۔ چین اور بھارت بھی انکے ساتھ ہے اور مذہب کے لحاظ سے یہودیت جو اس ساری خباثت کی بنیاد ہے۔ مگر امریکہ اس کی پرورش کر رہا ہے۔

عالمی دہشت گردی کا مذہبی تاریخی پس منظر: امریکہ کا سب سے بڑا مشن یہ ہے کہ یہودیت کی ساری پیش گوئیاں ابھی ظاہر ہو جائیں حضرت مسیح علیہ السلام کے اترنے کے حالات پیدا ہوں اور وہ تب ہوں گے جب مسلمانوں کو مکمل طور پر ملیا میٹ کر دیا جائے پھر جزیرۃ العرب ان کے کنٹرول میں ہوگا، مکہ اور مدینہ پر ان کی حکومت ہوگی اور دمشق وغیرہ سارا اسرائیل کے ہاتھ میں ہوگا۔ اپنی کتابوں کی پیش گوئیوں کی وجہ سے یہ سارے ایک ہو گئے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے عیسیٰ علیہ السلام کسی طرح آجائیں۔ یہودی اپنا ایک روڈ میپ بنائے ہوئے ہیں۔ یہ ایک پورا تاریخی پس منظر ہے۔ تمہ میں سارا ان کا مذہب چل رہا ہے۔ جو ہمیں انتہا پسند کہہ رہے ہیں اور دشمن کہہ رہے ہیں یہ سب بکواس ہے۔ بنیاد پرست یہ لوگ خود ہیں، مگر ہمیں بنیاد پرست کہتے ہیں مگر ہم اس پر فخر کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم اس معنی میں بنیاد پرست ہیں کہ ہماری بنیادیں قرآن و سنت ہیں۔ صحابہ تابعین، تبع تابعین مشائخ ہیں، ہمارے سند ہیں، ہماری تو ایک حدیث میں بھی حضور متبع راویوں کی بنیادیں موجود ہیں اور کوئی لفظ بھی ہماری کتابوں میں بغیر سند کے نہیں۔ ہم الحمد للہ حلالی ہیں اور تمہارا باپ کلیہ نہیں ہوتا۔ ان کی شناخت فارم کے خانہ میں ولدیت کا جو ذکر ہے اس میں ماں کا نام لگا دیا گیا کیونکہ ماں تو بیچاری معلوم ہے لیکن باپ کون تھا تو ان کو اکثر معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے ذلیل ہونے سے بچانے کے لئے فیصلہ کیا کہ باپ کا ذکر ہی چھوڑ دو۔ جانوروں کی طرح کوئی باپ معلوم نہیں ہوتا۔ ہمارا تو الحمد للہ سارا دین بنیاد ہی بنیاد ہے۔

بش وغیرہ کا بغض اور نفرت: تعصب، خباثت اور نفرت اسلام سے تو ان میں ہے، ہم تو بڑے کھلے دل والے ہیں

مسلمان تو ہر امت کے لئے دروازے کھلے رکھتا ہے۔ لیکن ان کے حالات اگر اندرونی طور پر ٹٹولے جائیں تو معلوم ہوگا کہ بش وغیرہ صبح جب اٹھتے ہیں تو اپنی فتوحات اور صلیبی جنگوں کو جو ترانے، جنتر و منتر، اشلوک وغیرہ جو ہوتے ہیں وہ ایک گھنٹہ تک پڑھتے ہیں ان پر یہ بات چھائی ہوئی ہے کہ میں اس امت کو صفحہ ہستی سے مٹا دوں۔ ہر وقت یہ سوچتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیسے مٹایا جائے۔

دارالحرب و دارالاسلام کی توجہ: ہم سے پھر آکر پوچھتے ہیں کہ دارالحرب اور دارالاسلام کیا ہے؟ ہم پر طعن کرتے ہیں، ان کے بڑے بڑے تھینک ٹینک کے لوگ اور پروفیسر وغیرہ اس میں لگے ہیں تو مجھ سے سوال کیا کہ دارالحرب اور دارالاسلام کیا چیز ہے؟ میں نے بات گول کر دی اور دل میں کہا کہ یا اللہ میری مدد فرما۔ اب اگر فقہ کی تفصیلات میں جاتے تو آپ کو معلوم ہے کہ کیا معنی ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ دارالاسلام اس لئے دارالاسلام ہے کہ ہم ہر وقت امن و سلامتی کی سوچتے ہیں، دارالاسلام وہ ملک ہے جو جنگ کا سوچتا ہی نہیں ہے اور دارالحرب والے کم بخت ہر وقت حرب کا سوچتے ہیں یہ میں نے ویسے ہی تحریف کی۔ خامنائی کے بعد دوسرے نمبر پر ایک شیعہ مجتہد ایت اللہ ایران میں مجھے ملا۔ اس نے اس بارے میں کہا کہ مولانا یہ تو الہامی بات ہوگئی۔ بہر حال میں نے کہا کہ یہ دارالحرب آپ کے خطے کو اس لئے کہتے ہیں کہ تم اندر اندر ہر وقت حرب کی سوچتے ہو، انسانیت کے دشمن ہو اور ہم ہر وقت اسلام اور امن و سلامتی کی سوچتے ہیں۔

اسلام اور مسلمان کا محور سلامتی: اسلام کا معنی ہی سلامتی ہے ہم کہاں دہشت گرد ہیں ہماری تو ہر وقت ایک دوسرے پر امن و سلامتی کی بارش ہوتی ہے کہ السلام علیکم، السلام علیکم جو میں گھنٹہ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے السلام علیکم کا مطلب ہے کہ تمہیں امن و سلامتی ہو۔ اے لوگو، ہم سے دشمن گردی کا تصور بھی مت کرو۔ سلامتی اور دہشت گردی متضاد ہیں یہ اربابیت کو اسلام کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو سلامتی پر اتنا زور لگایا گیا کہ تمام وقت اسی پر لگ جاتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا افشوا السلام سلام پھیلا دو دشمن دوست بازار میں ہر جگہ۔ یہ آواز پہنچا دو السلام علیکم، سلام ہو تم پر، ہم لوگوں کی ابتدائی باتیں ہی تو دعائیں ہوتی ہیں، ہماری شروع ہی ایسی بات سے ہوتی ہے جس کی مثال نہیں ہے۔ سلام ہو تم پر دنیا میں بھی آخرت میں بھی، انہوں سے بھی دشمنوں سے بھی۔

اسلام کے سلام کا دوسروں سے موازنہ: میرے والد صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ فرماتے تھے کہ پٹھان تو سلام میں ایک طرح کی بددعا دیتے ہیں۔ سنتڑے مہ شے وہ بیچارہ کام کے عذاب میں لگا رہتا ہے، کھیتی باڑی کر رہا ہوتا ہے، اور پسینہ اس کو آ رہا ہوتا ہے اور اس کا دم گھٹا ہوتا ہے، یہ کہتا ہے کہ سنتڑے مہ شے یعنی خدا تمہیں نہ تھکائے۔ گویا اسی میں لگے رہو۔ کہیں تھک نہ جانا شام تک اسی میں لگے رہو بددعا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اسی طرح یہ کوئی تک ہے کہ گڈ مارنگ یعنی صبح کو تو ٹھیک رہے، دوپہر کو تباہ و برباد ہو جائے۔ شام کو گڈ ایوننگ کہتے ہیں۔ عربوں نے

بھی ان کے نخرے سارے سکھ لئے۔ صبحک اللہ بالخیر یا صباح الخیر مساء الخیر محدود چیز ہے۔ وہ دعا بھی محدود ہے وقت بھی محدود ہے لیکن اس کے مقابل السلام علیکم اتی اہم چیز ہے کہ خدا نے ہماری جنت کو بھی دارالسلام کہا۔ جنت کو بھی اسی لئے دارالسلام کہتے ہیں کہ ادھر سلامتی ہی سلامتی ہے، دھشکر دی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ بھی جب ہم سے بات کرے گا تو کوئی اور دعائیں کرے گا سترے مہ شرے 'صبح الخیر' گڈ مارنگ نہیں کہے گا۔ بلکہ سلام قولاً من رب الرحیم اخلوها بسلام امنین پھر یہ بھی سلاماً سلاماً یہ سارے آیات اگر آپ حضرات جمع کریں تو معلوم ہوگا کہ سارا قرآن اسی سے بھرا ہے اٹھنا بیٹھنا رہن سہن سب سلامتی کی لپیٹ میں ہے تم نے سلامتی کا کہہ دیا تو دوسرے پر واجب ہو گیا کہ آپ کو علیکم السلام کہے اور ہر حالت میں آپ کو سلامتی کا تحفظ دلائے جواب لازماً دے گا کہ میری طرف سے بھی آپ کو سلامتی ہے حدیث میں آتا ہے افشو السلام علی من عرفتم ومن لم تعرف اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی آپ کو ملے اس میں یہ نہ دیکھے کہ کون ہے۔ آپ سلام پھیلائیں۔ میرے خیال میں تو کوئی تخصیص نہیں ہے۔ وہاں بھی کہا کہ والسلام علی من اتبع الهدی سلام ہی سے حضور کے خطوط شروع ہوتے تھے۔ قیصر و کسریٰ صرف ہدایت کی پیروی کرو۔ ہماری طرف سے دہشت گردی کا تصور بھی نہ کرو۔ ایک اور جگہ ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ مسلمان وہ ہے جس میں ارہابیت اور دھشکر دی نہ ہو۔ المسلمون من امنہ الناس علی دمائہم و اموالہم۔ یہاں الناس کہا پہلے والے میں مسلمون تھا ادھر مسلمون نہیں الناس کہا گیا یہودی ہو عیسائی ہو جو بھی ہو انسان ہو بنی نوع انسانیت سے ہو۔ تو وہ محفوظ ہوگا۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالم کفر کا پروپیگنڈہ اور شیطانی چال: عالم کفر نے اکٹھے ہو کر ایک شور و طوفان مچا دیا اور کہا کہ ایسا شور مچاؤ کہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہو جائیں مسلمان کو درندے کی شکل میں پیش کر دو بالخصوص آپ جیسے مسلمان جو کہ مسجدوں اور مدرسوں والے ہیں کہتے ہیں کہ یہ درندے ہیں حقیقت تو ان کو معلوم ہے کہ یہ چوکیدار ہیں اور خزانہ موتی جواہر یعنی قرآن و سنت ان کے پاس ہے یہ اس پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ساری امت مطمئن ہے کہ الحمد للہ یہ چوکیدار تو ہیں اور خزانہ (دین) محفوظ ہے۔ تو مغرب نے شور مچانا شروع کر دیا کہ اس چوکیدار کو پہلے مسخ کر دو بدنام کر دو شور مچاؤ کہ یہ انسان نہیں ہے درندہ ہے یہ سانپ ہے اور یہ تو بھیڑیا ہے سارا تجربہ یہی ہے کہ پورا میڈیا پورا عالم کفر تمام اخبارات اسی پر لگے ہوئے ہیں کہ مسلمان کو بھیڑیا ثابت کرو۔ ان کو پتہ ہے کہ اندر درحقیقت سراپا رحمت ہے، بھیڑیا بھیڑیا کے شور میں سارے لوگ اکٹھے ہو جائیں گے۔ وہ کسی نے لٹینا سنایا تھا کہ ایک شخص اپنی بکری بیچنے منڈی لے جا رہا تھا، چوروں نے اس سے بکری چھیننے کے لئے مشورہ کیا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ کر اس سے کہیں گے کہ یہ گدھا کتنے کا ہے تو یہ گدھا سمجھ کر چھوڑ دے گا اور بکری ہمیں مل جائے گی۔ اسی طرح ہوا راستہ میں ایک

جگہ چور نے کہا کہ بڑے میاں یہ گدھا کتنے کانپو گئے؟ اس نے کہا کہ پاگل ہو دیکھتے نہیں ہو یہ گدھا ہے یا بکری؟ تھوڑی دور اور گیا تو دوسرے چور نے پوچھا کہ کیا اس گدھے کو منڈی لے جا رہے ہو؟ پھر اس نے اس کو کوسا کر دیکھتے نہیں گدھا ہے یا بکری؟ تھوڑی دور مزید آگے گیا تو تیسرے چور نے بھی منصوبہ کے مطابق اسے کہا کہ شاید تم گدھے سے تنگ آ گئے ہو اور منڈی میں بیچنے کا ارادہ کئے ہوئے ہو۔ اب یہ بیچارہ ٹپٹا گیا اور جلدی سے بکری کو چھوڑ دیا اور دل میں کہا کہ میں پاگل ہوں، یہ سارے کے سارے تو پاگل نہیں ہیں تو وہ (امریکہ) بھی یہی کر رہا ہے کہ قرآن تمہارا دشمنگر دی کا ہے۔ نبی رحمت دشمنگر دی کا ہے اور جہاد کی جو باتیں ہیں یہ بھی دشمنگر دی کی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اتنا شور مچاؤ کہ پھر سارے کے سارے لوگ ہمارے ساتھ ہو جائیں۔

مشرق بھی مغرب کی چال میں آ گیا: اس پروپیگنڈہ سے اب کم بخت مشرق بھی مغرب کے ساتھ ہو گیا ہے۔ ہم جاپانیوں سے اور فارایسٹ کے لوگوں کے ساتھ لڑتے ہیں کہ بدبختو تم ان کا ساتھ کیوں دے رہے ہو؟ تم ہیروشیما وغیرہ سب بھول گئے ہو ان درندوں نے تو تمہارے شہر کے شہر مٹا دیئے تھے۔ مگر جاپان بھی ان کے ساتھ ہے۔ میں ان کو کوستا ہوں کہ بے غیر تو! تم تو مشرق کے لوگ ہو تو جواب میں جاپانی کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں وہ شور مچا رہے ہیں کہ یہ سب درندے ہیں پھر وہ کہتے ہیں کہ ہم سب پروپیگنڈے کی زد میں آ گئے ہیں کہ مسلمان دہشت گرد ہے اگر اسے نہ مٹایا گیا تو کوئی محفوظ نہیں ہوگا۔ گویا مشرق اور مغرب سارا ایک ہو گیا یہودیت اور عیسائیت ساری ایک ہو گئی اور مشرک تو ہے ہی ان کے ساتھ۔ کمیونزم اور کپیٹلزم ایک ہو گیا جو کچھ امریکہ کہتا ہے، چین بھی اس کا ساتھ دیتا ہے۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ چین بھی کہہ رہا ہے کہ میں بھی ڈر رہا ہوں، ان کو (امریکہ) ڈر رہا ہے کہ یہ مولوی اب وہاں آئیں گے اور آپ کے چینی ترکستان سکلیانگ کے مسلمان انھیں گے اور آپ کو کھاجاں گے۔ آپ کے لئے فضا بہت خراب ہوگی۔ پرویز بھی یہی کہہ رہا ہے، تقریریں ہر وقت کرتا پھرتا ہے کہ انتہا پسندی نہیں چاہیے اس کے دماغ میں بھی یہ بٹھا دیا گیا ہے ہر شخص اور قوم کے ذہن میں یہ بات ڈال دی گئی کہ دین دشمنگر دی ہے تو دین کو مٹاؤ اور پہلا حملہ مدرسوں پر کرو۔

دہشت گردوں کا پہلا ٹارگٹ نظام تعلیم: اس وقت ان کا پروگرام یہ ہے کہ دشمنگر دی کا پہلا نشانہ آپ کا نظام تعلیم ہو۔ صلیبی دہشت گردی کا پہلا ٹارگٹ حکمران نہیں، فوج نہیں، امت مسلمہ کی تعلیم ہے۔ دینی مدرسے کی تعلیم تو ان کو خود ہر لگتی ہے کیونکہ وہ تو سراسر دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ لیکن کالجوں یونیورسٹیوں اور سکولوں کے سلیپسوں میں جو دینی تعلیم کے برائے نام چند صفحات ہیں اس کو بھی وہ مٹانا چاہتے ہیں۔ خواہ یہ مدینہ میں ہو مکہ میں ہو یا پاکستان میں ہو وہ سارے نظام تعلیم کو تباہ کرنا چاہتا ہے اور اس کیلئے کروڑوں اربوں ڈالر رکھے گئے ہیں کہ پاکستان میں دینی مدارس کی اصلاح کرو یعنی اسکی روح نکال کر ختم کر دو۔ بات لمبی ہو گئی۔ میں عرض کر رہا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی اہم ہیں رسول اللہ کی نگاہ میں بھی اہم ہیں اور کائنات کیلئے بھی اہمیت کے حامل ہیں لیکن اب دشمن کی نگاہ میں بھی آپ اہم ہیں۔

امریکی ایجنڈا اور مستقبل کے خطرات: یہ جو کچھ بھی آپ کے پاکستان میں ہو رہا ہے یہ سب امریکی ایجنڈے کا حصہ ہے۔ سیکورٹا قوتوں کو آگے لایا جا رہا ہے جہاں ذرا تھوڑی بہت دینی حس ہوا ان کو اس سے خطرہ ہے ہم پر سخت دن آنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس امت کی حفاظت کرے خدا نہ کرے اگر ہم کمزور پڑ گئے ضعیف ہو گئے یہ ہمارے مدرسے نہ ہوں یا ہم انتشار کے شکار ہو گئے تو پھر تاشقند و سمرقند والے حالات ادھر پیدا ہوں گے۔ یہ ساری فضا سی لئے بنائی جا رہی ہے کہ آتے ہی حدود آرمینس ختم کر دوں کہ کسی عورت اور مرد کو زنا سے روکے۔ مرد و عورت کی مرضی ہے حدود آرمینس تو یہی ہے کہ انسان کو انسانیت کے دائرے میں رکھا جائے لیکن وہ تو کہتے ہیں کہ مرد کا مرد سے شادی رچانا جائز ہے۔ جلوس نکالے جا رہے ہیں مظاہرے ہو رہے ہیں پارلیمنٹ میں قراردادیں پاس کرائی جا رہی ہیں۔ ابھی بعض ممالک میں اس سلسلے میں ریزولیشن پاس ہوئی کہ مردوں کو مردوں سے نکاح کا حق دے دو لواطت اور زنا ان کے نزدیک کوئی مسئلہ (عیب) نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ (مسلم) معاشرہ بھی ہماری طرح ہو جائے۔

طالبان کا جرم اور تہذیبوں کا ٹکراؤ: طالبان کا سب سے بڑا جرم یہی تھا کہ وہ انسانوں کو انسانوں کی طرح رکھنا چاہتے تھے۔ وہ فحاشی بے حیائی اور بے جوابی کے روادار نہیں تھے اور انسانیت کا حیوانات سے مابہ الامتیاز چیز تو یہی ہے۔ لیکن وہ سب (مغرب) پیچھے پڑ گئے، حقیقت میں نہ اسامہ مسئلہ تھا نہ کچھ اور اگر طالبان لکھ کر بھی دیتے کہ اسامہ لے لو یا دے بھی دیتے تو بھی امریکہ رکنے والا نہیں امریکہ چاہتا تھا کہ ہمیں طالبان یہ لکھ کر دیں کہ طالبان ہمارے اس نظام کے خلاف ایک نئی تہذیب کی جڑیں نہیں لگائیں گے۔ وہ اپنی تہذیب مسلط کرنا چاہتے تھے اور یہ تہذیبوں کی جنگ ہے تہذیبوں کی اس جنگ میں سارے بدتمیز اور بد تہذیب حیوانی طاقتیں یہود و نصاریٰ گوتم بدھ والے کیونست اور ہندوستان کے مشرک سب ایک ہو گئے۔

حالات جنگ اور قحط الرجال: تو ایسے حالات میں ہم انتہائی آزمائش میں ہیں اس سلسلہ میں اتنا بت الی اللہ اور الحاح و تضرع بھی جاری رکھی میں اسی لئے کہتا ہوں کہ ایسے حالات میں کسی عالم کا جانا ایسا ہوتا ہے کہ جیسے عین حال جنگ میں مورچے پر بیٹھے۔ انہوں نے مورچے سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہ مفتی زین العابدین کی شکل میں ہوا یا حضرت شیخ مولانا نذیر احمد کی شکل میں ہو، مولانا منظور احمد چنیوٹی کی شکل میں ہو۔ جو ایک ایک کر کے ہمیں ان دنوں داغ مفارقت دے گئے۔ آج میں کہہ رہا تھا کہ بد قسمتی سے فیصل آباد یتیم ہوتا جا رہا ہے بلکہ ہو گیا ہے یعنی مولانا ضیاء القاسمی بھی چلے گئے، یہ شیخین جو یہاں کے تمنغے اور جھومر تھے۔ ان حضرات نے دعوت و تبلیغ درس و تدریس اور جہاد کے میدانوں میں مثالیں قائم کیں تو عین وقت میں جب ہم جنگ میں لگے ہیں اور قحط الرجال ہے ان حالات میں ایک اچھا کمانڈر چلا جائے تو کتنی بڑی بد قسمتی ہوگی۔ وہ کمانڈر پاکستان کے جس حصے سے بھی جاتا ہے ہم بہت کمزور ہوتے جا رہے ہیں اگر عام حالات ہوتے تو پھر ایسا کوئی مسئلہ نہ ہوتا خاص حالات میں اس سے بہت زیادہ فرق پڑتا ہے۔

سعید بن جبیر اور حجاج بن یوسف: حجاج بن یوسف نے بے شمار علماء تابعین اجلہ اکابر کو قتل کیا مگر اللہ نے ڈھیل دے رکھی ہے آخر میں اس نے سعید بن المسیب اور سعید بن جبیر کو بھی نہ چھوڑا اور تاریخ میں ہے کہ اس ظالم نے جب سعید بن جبیر کو قتل کر دیا تو کہتے ہیں اس وقت سعید بن جبیر کا کوئی متبادل نہیں تھا، قط الرجال تھا۔ یہ آخری نشانیاں تھیں اس کے قتل کرنے کے بعد اس پر دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ اس سے پہلے اس کو کسی اور کا احساس نہ تھا لیکن جب اس کو مارا تو اسپر اللہ نے ایک بیماری مسلط کر دی، ہڑ بڑا کر بیٹھ کر چیخا تھا کہ سعید سعید سے بچاؤ، بھرے دربار میں اچانک چیخا تھا اور دورہ آ جاتا تھا۔ سعید سعید کہہ کر پاگلوں کی طرح چلا تا تھا۔ تاریخ میں عجیب بیان ہے تو لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ اس لئے ہوا تھا خدا نے اس کو سزا دی۔ قط الرجال تھا اور یہ آخری شخص تھا پہلے ایک کے بعد دوسرا جگہ لیتا تھا دوسرے کے بعد تیسرا جگہ لے لیتا تھا اور ہزاروں ہوتے تھے شہر کے شہر آباد تھے

معمر کے حق و باطل میں اکابر کا اٹھ جانا: لیکن اگر آخری حالات میں کسی پر ایسا سانحہ آ جائے تو اس پر صدمہ اس لئے بڑا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا متبادل نہیں ہوتا۔ اب ہر جگہ ہمیں بہت بڑی تعداد کی ضرورت ہے کیونکہ چلیج سر پر آ گیا ہے۔ اور ہمیں معمر کے درپیش ہے صلیب و اسلام کا معمر کہ ہے صلیب و طالبان کا معمر کہ ہے حق و باطل کا معمر کہ ہے اور انسانیت اور حیوانیت درنگی اور شرافت کا معمر کہ ہے بہر حال آپ طلبہ لوگ ہمارا سرمایہ ہر، آپ لوگ اپنے آپ کو قیمتی سمجھ کر قیمتی بنائیں، آپ کیوں اتنے زیادہ قیمتی ہیں۔ اس لئے کہ آپ کا مقام بہت بڑا ہے۔ اور ذمہ داریاں بڑی نازک ہیں آپ نے میدان میں اترنا ہے۔ ہمارا یہ سرمایہ رہے گا تو عالم اسلام غلام نہیں ہو سکے گا۔ ملت مسلمہ کو نہیں مٹایا جاسکے گا۔ ان شاء اللہ ہم سب دعا کرتے ہیں۔

ان اکابرین کے ساتھ میرا تعلق: حضرت مولانا مرحوم کی مجھ سے بڑی شفقت تھی وہ سیاسی شخص نہیں تھے اور سیاست سے اپنے آپ کو بہت دور رکھتے تھے علم دین تدریس اور روحانیت ان لوگوں کا یہ خاص مزاج تھا۔ اور میں بھی اس معنی میں سیاسی شخص نہیں تھا لیکن پھر بھی عرف میں ایک سیاسی شخص تھا، تہمت تو ہم پر لگی ہوئی ہے لیکن میرے ساتھ انہوں نے ہر معاملے میں شفقت کا ہاتھ رکھا جو بھی ہماری یہ تحریکیں چلیں اور جو جدوجہد ہوئی تو وہ ہمیں دعائیں دیتے تھے۔ عام مزاج سے ہٹ کر یہاں آپ سے خطاب کا حکم دے دیتے تھے، یہی حالت حضرت مفتی زین العابدین مرحوم کی تھی کوئی بھی سخت معمر آ یا تو بیماری کی حالت میں انہیں اٹھا کر وہاں اکوڑہ خٹک لایا گیا، یہی حضرت شیخ کی شفقت تھی، ان کی دعائیں تھیں میرے ساتھ کچھ نہیں سوائے ان اکابر کے توجہ و اخلاص کے اور یہی ہمارا سرمایہ تھا ہم جیسے لوگ تو بہت یتیم اور بے سہارا ہو جاتے ہیں، جب اور کچھ نہ ہو اور یہ سہارا بھی چلا جائے، سب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس خلا کو پُر فرمائے۔ اور حضرت کی برکات جاری و ساری رکھیں۔ ان شاء اللہ یہ ہر طالب علم اور حضرت کا ہر فرزند باقیات الصالحات ہوگا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی *

بحث و نظر

(قسط ۳)

اسلام..... مذہب رواداری یا دہشت گردی و انتہا پسندی؟!

جبکہ دوسری عالمی جنگ میں ۳۵ ملین انسان ہلاک ہوئے۔ بیس ملین ہاتھ پاؤں سے معذور ہوئے۔ سترہ ملین لیٹر خون زمین پر بہایا گیا۔ بارہ ملین حمل ساقط ہوئے۔ تیرہ ہزار پرائمری و سیکنڈری سکول، چھ ہزار یونیورسٹیاں اور آٹھ ہزار لیبارٹریاں ویران و برباد ہو گئیں۔ (۱۰۵)

جنگ عظیم دوم کے اختتام پر اخبارات میں یہ خبر لگی کہ روس نے امریکی کارخانوں سے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ چالیس لاکھ مصنوعی ٹانگیں تیار کریں جو جنگ میں لنگڑے لو لے ہو جانے والے فوجیوں کو لگائے جائیں گے۔ (۱۰۶)

مذکورہ بالا تمام واقعات میں مذہبی انتہا پسندی بنیادی عنصر کے طور پر یاد دہانہ سبب کیساتھ ایک بنیادی سبب کے طور پر کارفرما رہی ہے۔ اب آئیے دیکھتے ہیں ماضی قریب یا زمانہ حال میں مذہبی انتہا پسندی کی کیا حالت ہے۔

عصر حاضر میں مذہبی انتہا پسندی کی مثالیں

انسان نے اکیسویں صدی میں قدم رکھا۔ اس نے بے مثال سائنسی ترقی کی۔ ہوا کے دوش پراڑ کر مینیوں کا سفر گھنٹوں میں طے کرنے لگا۔ مواصلات کے برق رفتار نظام، ڈاک، ٹیلیفون، موبائل فون اور فیکس وغیرہ نے انسان کا انسان کے ساتھ رابطہ مستحکم، ہمہ وقت اور تیز کر دیا۔ ریڈیو، ٹی وی، کیبل نیٹ ورک نے اسے پل پل کی خبروں سے باخبر رکھا۔ اب وہ جنگل میں رہ کر گھربار کے احوال سے باخبر اور مستقل رابطے میں رہتا ہے۔ کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور اس کی متنوع دنیا نے علوم و فنون اور معلومات کو ہر انسان کے دسترس میں دے دیا ہے۔ ایک عظیم الشان کتب خانہ چند روپوں کی ایک سی ڈی میں ڈال کر کوئی بھی جیب میں پھر سکتا ہے۔ ان آسانوں اور اس طرح کی دیگر سائنسی آلات نے دنیا کو ایک عالمی گاؤں (Global Village) میں تبدیل کر دیا ہے۔

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان نے مادی ترقی تو کر لی ہے مگر خود اپنے طور پر روحانی اور اخلاقی لحاظ سے روز بروز دیوالیہ پن کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ سائنس نے اگر اسے سہولتیں دی ہیں تو دنیا کو آنا فانا تباہ کرنے کا ذریعہ ”ایٹم بم“ بھی ہوس گیر ہاتھوں میں دیدیا ہے۔ بے حیائی، فحاشی اور تن آسانی کے رسوا کن تحفوں سے بھی نوازا ہے۔ مذہبی علاقائی

نسلی اور رنگوں کے تعصبات نے جلتی پرتیل کا کام دیا ہے۔ جس سے جنگل کا قانون ”جس کی لاشی اس کی بھینس“ نافذ ہو چکا ہے۔ قبر کے کٹڑوں کی طرح کلاش ختم ہونے کے بعد ایک دوسروں پر پل پڑتے ہیں ہر بڑی طاقت چھوٹی طاقت کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ ہر ایک اپنی بالائری کی سرگرمی (Struggle For Existance) کیلئے سرگرم عمل ہے۔ اس صورت حال سے ساری دنیا عموماً اور عالم اسلام خصوصاً متاثر ہوا ہے۔ عالم اسلام انڈونیشیاء سے مراکش تک اور اندلس سے یمن تک، یہودیت، عیسائیت، اشتراکیت، اشتمالیت، سوشلزم، لادینیت، افرنگیت، برہمنیت اور مغربی طاغوتی طاقتوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے۔ مغرب کی یہودی لابی نے دنیائے عرب کی پیٹھ میں اسرائیل کا ٹھہرا گھونپ دیا ہے۔ اپنے حبش باطن کو چھپا کر اسے ”دہشت گردی کے خلاف جنگ“ قرار دیتے ہوئے بھی ان کے منہ سے کبھی بے خیالی میں نکل جاتا ہے کہ ”صلیبی جنگوں کا دوبارہ آغاز ہو چکا ہے“۔

کشمیر، فلسطین، عراق، افغانستان، بوسنیا، چیچنیا، ایران اور لیبیا پر حملے اور ان کے خلاف عالمی پابندیاں اسی جذبے کی عکاسی کرتی ہیں۔ مسلمان کی مثال ایسی بن چکی ہے جیسے ایک ظالم نے کسی مظلوم کو دبوچا ہو۔ اس پر گھونوں اور لاتوں کی بارش کر رہا ہو لیکن اگر مظلوم آہ و فریاد کیلئے منہ کھولے تو اس کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ مزید رسید کر کے کہا جاوے کہ ”چپ کر بد معاش“۔ مسلمان کو ہر جگہ پینا بھی جارہا ہے اور ”دہشت گرد“ و ”انتہاء پسند“ کے طعنے بھی دیئے جارہے ہیں۔ عالمی طاغوتی طاقتوں کی قانونی پشت پناہ اقوام متحدہ (UNO) بظاہر خاموش تماشائی اور بے بس بیٹھی ہے مگر در پردہ وہ ان کی مذموم خواہشات کی تکمیل میں مدد و معاون ہے۔ آئیے عالمی سطح پر انتہاء پسندانہ عزائم کے مظاہر کا جائزہ لیں۔

امریکہ :

روی ریاستوں کا شیرازہ بکھرنے کے بعد امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور کے طور پر ابھرا۔ اس نے برداشت اور رواداری اپنانے کے بجائے پوری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھنا شروع کئے۔ امریکہ داخلی طور پر ماضی میں بدترین نسلی امتیاز کا شکار رہا ہے۔ اب بھی نسلی تعصب امریکی معاشرے کی پیشانی پر بد نما داغ ہے۔ امریکہ میں سیاہ فاموں کو رسوا کرنا امریکی تہذیب کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ وہاں پر سیاہ فاموں کو سفید فاموں کے ہم پلہ بننے کیلئے آگ اور خون کے دریا سے گزرنا پڑا۔ انصاف، مساوات اور فراخ دلی کے کھوکھلے نعروں کے باوجود مذہبی اور نسلی امتیاز کو روز بروز ہوا دی جارہی ہے۔ خواتین کی آزادی کے نام پر خواتین عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن کی ایک تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر سال ۸ لاکھ خواتین زنا بالجبر کا شکار ہوتی ہیں۔ ہر پندرہ سیکنڈ کے بعد ایک خاتون بے آبرو ہوتی ہے۔ ان میں ۱۹ سال کی خواتین زیادہ ہیں۔ روزانہ ۱۵ تا ۲۵ سال عمر کی خواتین کی لاشیں ملتی ہیں۔ (۱۰۷)

بڑی طاقتیں بے تحاشا جنگی ساز و سامان تیار کرتی ہیں جس کی فروخت کیلئے انہیں منڈیوں کی تلاش ہوتی

ہے۔ یہ طاقتیں مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر ایک تیر سے دو شکار کھیتی ہیں۔ اسکی ایک مثال عراق ایران جنگ ہے۔ ۱۹۷۹ء میں ایران میں وہاں کا مذہبی انقلاب آیا۔ امریکہ کو خطرہ تھا کہ اسلامی دنیا کیلئے یہ انقلاب نمونہ بن کر دوسرے اسلامی ممالک اسکی تقلید نہ کر لیں۔ عراق ان دنوں تیل کی دولت سے اسلحہ سازی کے ارتقائی مراحل طے کر کے ایٹمی طاقت حاصل کر رہا تھا۔ امریکہ نے عراق کی قیادت کو ششے میں اتار کر ایران پر حملے کیلئے براہیختہ کیا۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۸ء تک دونوں ملک بے فائدہ جنگ لڑتے رہے اس جنگ میں چار لاکھ عراقی اور چھ لاکھ ایرانی مارے گئے۔ اور بیسویں ارب ڈالر خرچ ہوئے۔ جس سے نہ صرف دونوں ملکوں بلکہ عالم اسلام کی قوت اور اتحاد کو سخت دھچکا لگا۔

اس طرح بڑی طاقتیں مشرق وسطیٰ سے تیل اور دوسری دولت ہتھیانے کی فکر میں رہتی ہیں۔ ایک بار پھر عراق، امریکہ کے دام فریب میں آگیا اور یکم اگست ۱۹۹۰ء کو کویت پر حملہ کر بیٹھا، امریکہ کو موقع ملا اور عراقی جارحیت کے جواب کے بہانہ پر عرب ممالک میں اپنا فوجی تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس دوران سعودی عرب اور کویت کو نہ صرف ہتھیار فروخت کئے بلکہ فوج اور جنگ کے بھاری اخراجات بھی وصول کئے اور سعودی عرب جو عالم اسلام پر اپنا مال خرچ کرتا تھا اب اندرونی طور پر ٹیکسز لگانے پر مجبور ہو گیا۔

دنیا کے واحد سپر پاور ”امریکہ“ کو اسرائیل کیخلاف اقوام متحدہ کی ۶۰ کے قریب قراردادیں نظر نہیں آتیں آج تک ایک قرارداد پر عمل نہیں کروا سکا۔ مگر عراق کیخلاف ایک قرارداد کی بنیاد پر پورے ملک کو نیست و نابود کر دیا۔

امریکہ نے دوبار عراق کے خلاف فوج کشی کر کے تاریخ میں بدترین بربریت اور وحشت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس نے اتحادیوں کے ذریعہ عراق کے خلاف پہلی جنگ میں ۴۲ دنوں میں ۸ ہزار ٹن بارود برسایا جو ہیر و شیمار پر گرائے جانے والے بارود سے سات گنا زیادہ تھا۔ امریکی وزارت دفاع پیناگون کے مطابق ایک لاکھ دس ہزار بم برسائے گئے۔ یعنی ۴۲ دنوں میں اس جنگ میں اوسطاً ہر دو منٹ بعد ایک بم گرایا گیا اور یہ سارے بم جنگی نوعیت کی اہمیت والی جگہوں کے علاوہ کنوؤں، پانی کے ذخیروں اور رہائشی مقامات پر گرائے گئے۔ اس جنگ میں تقریباً دو لاکھ عراقی فوجی اور سولین کام آئے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا ۶ اگست ۱۹۹۰ء کا فیصلہ اس سے بھی زیادہ بھیانک نتائج کا حامل تھا۔ عالمی سطح پر سلامتی کے ٹھیکیداروں کے اس فیصلہ کے نتیجے میں عراق پر تجارتی پابندیاں عائد کئے جانے کے نتیجے میں پانچ سال کے اندر اندر پانچ لاکھ عراقی باشندے موت کے منہ میں چلے گئے۔ ۵ سال اور اس سے کم عمر کے ساڑھے تین لاکھ بچے لقمہ اجل بن گئے۔ (۱۰۸) عرب عراق جنگ میں عرب دنیا کو ۶۰ بلین ڈالر کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے جو کہ پوری دنیا کے بیرونی قرضوں کی رقم سے دو گنا ہے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ میں ایک بڑا سانحہ پیش آیا۔ ہائی جیکروں نے جہازوں کو اغوا کر کے نیویارک کی مشہور ترین عمارت ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرا کر اس بلڈنگ کو زمین بوس کر دیا اس میں موجود چار ہزار افراد ہلاک ہو گئے۔

حملہ کا ذمہ دار اُسامہ بن لادن اور اس کی تنظیم القاعدہ کو ٹھہرایا گیا۔ امریکہ نے طالبان کو الٹی میٹم دیا کہ بن لادن سمیت القاعدہ کے اہم ارکان امریکہ کے حوالے کئے جائیں۔ طالبان نے اس کے جواب میں کہا کہ بن لادن پر افغانستان کے اندر مقدمہ چلایا جائے گا۔ امریکہ نے اس تجویز کو مسترد کیا اور اُسامہ کے حوالہ نہ ہونے کی صورت میں ۷ اکتوبر کو امریکہ نے شمالی اتحاد کی مدد سے طالبان کے خلاف افغانستان پر حملہ کر دیا۔ دو مہینے کے اندر اندر طالبان حکومت ختم کر دی گئی۔ افغانستان پر تاریخ کی بدترین جنگ مسلط کر دی گئی۔ تورا بورا میں اُسامہ کو ختم کرنے کیلئے وہ بم استعمال کئے گئے جس سے کئی میلوں تک آکسیجن ختم ہو جاتی تھی اور انسانوں سمیت ہر ذی روح ختم ہو جاتا۔ اس بمباری میں تقریباً تیس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ بے گناہ ہزاروں شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور سینکڑوں عمارتیں ملبہ کا ڈھیر بن گئیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ طالبان کے گرفتار شدہ رہنماؤں اور القاعدہ کے شک میں بہت سارے افراد کو گوانتانامو بے (کیوبا) میں قید کر دیا گیا جہاں ان کو ذہنی کوفتوں اور جسمانی اذیتوں کے ساتھ ساتھ تذلیل نفسی کا نشانہ بنایا گیا ان پر کسی عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر ذاتی انتقام میں یہ سب کچھ کیا گیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

امریکہ کی طرف سے خون مسلم کی ارزانی میں افغانستان پر بے جا تسلط ابھی جاری تھا کہ ایک بار پھر عراق کے خلاف میدان جنگ گرم کیا گیا۔ اس بار جنگ کیلئے یہ جواز بنایا گیا کہ عراق کے پاس مہلک ایٹمی ہتھیار ہیں۔ یہاں امریکہ بہادر سے یہ کون پوچھے کہ سب سے زیادہ یہی ہتھیار تیرے پاس اور اسرائیل کے پاس موجود ہیں۔ جو چیز تمہارے لئے جائز اور ضروری ہے وہ دوسروں کے ہاتھ میں کیوں نہیں ہو سکتی اور اگر یہ ہتھیار انسانیت دشمن ہیں تو تیرے ایٹمی ذخیرے پر بھی یہی تعریف صادق آتی ہے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ عراق کو ظلم و ستم کا تختہ مشق بنایا گیا۔ پورے ملک پر بے تحاشا بمباری کی گئی۔ جانی و مالی نقصانات کے علاوہ پورے ملک کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا۔ مگر وہ ایٹمی ہتھیار برآمد نہ ہو سکے جس کو بہانہ بنا کر یہ ساری کاروائی کی گئی تھی۔ ایٹمی ہتھیار برآمد نہ ہونے کا اعتراف برطانیہ اور اب امریکہ نے بھی کر لیا ہے۔ بلکہ بی بی سی نے واضح طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ جنگ سے قبل عراق کے ایٹمی ہتھیار کے بارے میں غلط اعداد و شمار اور معلومات فراہم کرنے کے بارے میں ہمارے اوپر دباؤ تھا۔ جس کا حقیقت کے ساتھ بہت کم واسطہ تھا۔

روس : (افغانستان پر یلغار) روس کے مظالم کی داستان بڑی طویل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پر صرف سوشلزم انقلاب برپا کرنے کیلئے چار کروڑ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ روس نے ظاہر شاہ کے وقت سے افغانستان میں اپنے اثرات کے نفوذ کیلئے راہ و رسم بڑھا دیئے تھے۔ افغان صدر ظاہر شاہ بیرون ملک کے دورے پر تھا کہ سردار داؤد نے اس کا تختہ الٹ دیا۔ اپریل ۱۹۸۷ء میں نور محمد ترکی کی قیادت میں صدر داؤد کا تختہ الٹ کر کیونسٹ انقلاب برپا کر دیا گیا۔ افغانستان کا پورا ملک اسلامی اور مقامی روایات پر سختی سے کاربند ہے۔ ملک میں

خانہ جنگی چھڑ گئی۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۹ء کو روسی افواج نے افغانستان پر پہلے بول دیا۔ امریکہ نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے روس مخالف عناصر کو اسلحہ، رقم اور سامان رسد کی فراہمی شروع کر دی۔ اگلے آٹھ نو برس میں امریکہ نے ان عناصر کو دوا رب ڈالر کا اسلحہ دیا۔ ستمبر ۱۹۸۶ء میں امریکہ نے مجاہدین کو اینٹی انٹر کرافٹ میزائل دینے شروع کئے جس سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ سینکڑوں روسی طیارے گرنے سے روس کی کمر ٹوٹ گئی۔ اس جنگ میں ۳۵ ہزار کے قریب روسی ہلاک ہوئے۔ بالآخر فروری ۱۹۸۹ء تک روسی افواج کو ذلت آمیز شکست کے بعد افغانستان سے نکلنا پڑا۔ یہی شکست آخر کار روس کے ٹوٹ پھوٹ کا ذریعہ بنی اور اس کے کئی حصے بخرے ہو گئے۔ روس کا افغانستان سے نکلنا تھا کہ امریکہ مہربان نے نظریں پھیر لیں۔ اب اس نے روایتی ہرجائی پن سے کام لے کر افغان مجاہدین اور ان کے بوجھ سے سب سے زیادہ متاثر ملک پاکستان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ افغانستان جہاد میں ۱۵ لاکھ افغان مجاہدین و عوام نے جام شہادت نوش کیا۔ اور پورا ملک کھنڈرات کا نمونہ بن گیا۔

روس۔ چیچنیا مظالم : افغانستان پر ظلم کے پہاڑ توڑنے کی پاداشت میں روس کا اندرونی توازن بگڑ گیا اور وہ سپر پاور ہونے کے باوجود اپنی وحدت قائم نہ رکھ سکا۔ اس توازن کے بگاڑ کے سبب وسط ایشیاء کی چھ مسلم ریاستیں آزاد ہو کر خود مختار حیثیت اختیار کر گئیں۔ ۱۹۹۱ء میں چیچنیا نے بھی روس سے الگ ہو کر اپنی خود مختاری کا اعلان کیا۔ چیچنیا کی ایک ملین میں ۸۰ فیصد سنی مسلمانوں کی آبادی ہے۔ روس نے ۱۹۹۴ء تا ۱۹۹۶ء چیچنیا پر جنگ مسلط رکھی۔ اور وہاں کے مسلمانوں کو قوت کے بل بوتے پر دبانے کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

چیچن مجاہدین کے ویب سائٹ ”کوہ قاف“ کے مطابق اب تک چیچنیا کو مندرجہ ذیل تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

نوع آبادی	کل تعداد	تباہ شدہ املاک
مساجد	۴۱۲	۳۹۹
چرچ	۹	۵
لائبریریاں	۷۱۷	۵۸۰
کالج و یونیورسٹیاں	۱۰	۱۰
سکول و ہاسٹل	۸۹۲	۸۵۱
جمنازیم	۴۱۲	۲۴۳
ہوٹل	۳۶۰	۳۶۰
سٹیڈیم و سپورٹس کمپلکس	۲۴	۲۱
پارک و تفریح گاہیں	۴۳	۳۹
میوزیم، یتیم خانہ، چڑا گھر	۱۰۹	تمام

بوسنیا : یوگوسلاویہ میں چھ کی وحدت سے ۱۹۹۱ء میں تین ریاستیں الگ ہو گئیں۔ ۱۹۹۲ء میں بوسنیا کی پارلیمنٹ نے بھی کروشیا اور سربیا کی طرح خود مختاری اختیار کر لی۔ یوگوسلاویہ اور سرب عیسائی، بوسنیا کی مسلم ریاست کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ سربوں نے البانوی نژاد مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ بوسنیا میں خون ریزی، عصمت دری اور گینگ ریپ کا انسانیت گمش اور اخلاق سوز بازار گرم رہا اور تین لاکھ البانوی نژاد مسلمان گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ سربیا میں عیسائیوں کی درندگی اور مظالم کی داستان بڑی طویل ہے۔ ایک روح فرسا اور رو گئے کھڑے کر دینے والا واقعہ ملاحظہ ہو۔

مشرقی بوسنیا کے علاقے تزلہ کے قرب و جوار میں ایک غم سے مڈھا ل عینی گواہ کے مطابق تین مسلمان لڑکیوں کو جنگل سے باندھ دیا گیا۔ ان سے اجتماعی آبروریزی کی گئی پھر تین روز کے بعد ان لڑکیوں پر پٹرول چھڑک کر انکو زندہ جلا دیا گیا۔^(۱۱۰) سربوں کے ہاتھوں ۱۹۹۵ء میں شہید ہونے والے ہزاروں بوسنیائی باشندوں کی اجتماعی قبریں دریافت ہوئی ہیں۔ یہ قبریں ان آٹھ ہزار بوسنیائی باشندوں میں سے بعض کی ہیں جو ۱۹۹۵ء میں لاپتہ ہو گئے تھے۔ اور بعد میں ان کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ ان کو سربوں نے پشت پر ہاتھ باندھ کر قتل کر دیا تھا اور پھر اس کا ثبوت مٹانے کیلئے بلند زوروں کے ذریعہ ان قبروں کو ہموار کر دیا گیا تھا۔ اب تک ساڑھے تین ہزار افراد کی قبریں دریافت ہو چکی ہیں۔^(۱۱۱) بوسنیا میں جنگ بندی کے ایک سال بعد ایک برطانوی صحافی نے وہاں کی جو لُخراش رپورٹ پیش کی اس کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو۔

”جن علاقوں میں سرب درندوں کا قبضہ ہوا وہاں مسلمانوں کو ہر جگہ سے جمع کیا گیا ان کو دریاؤں کے پلوں پر لے جا کر جانوروں کی طرح لٹا کر ذبح کیا گیا۔ اور ان کی لاشوں پر مٹی ڈال دی گئی۔ اقوام متحدہ کے کیپوں میں پناہ گزین مسلمانوں پر بھی سرب درندوں نے حملے کئے۔ ہتھوڑوں سے ان کے سر کچل دیئے کھوپڑیاں توڑ ڈالیں۔ معصوم بچوں کو گنوں کے بٹوں سے مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بعض شہروں میں بڑے بڑے تندوروں میں مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا۔“^(۱۱۲) انسانی تاریخ کے اس سیاہ ترین جرم اور وحشت و بربریت کے اس قتل عام میں بوسنیا کے دس لاکھ مسلمانوں میں سے ڈھائی لاکھ مسلمان صلیبی سربوں کے ہاتھوں انتہائی بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔^(۱۱۳)

اسرائیل : یہود اپنی سازشی ذہن، ریشہ دوانیوں اور انسان دشمن پالیسیوں کی وجہ سے ہمیشہ تاریخ انسانی میں معتبوب، ذلیل اور بے بس رہے ہیں۔ اور در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے رہے ہیں۔ ان کو دنیا میں کبھی یکجائی نہیں ملی ہے۔ اپنی وحدت اور یہودی ملک کی تشکیل کیلئے یہودیوں نے دنیا بھر میں کئی سال خفیہ کانفرنسیں کیں۔ بالآخر ۱۹۸۷ء میں انہوں نے بڑے غور و خوض کے بعد اپنی تمام تر مساعی ان تین نقاط پر مرکوز کرنے کا فیصلہ کیا۔

(۱) یہودیوں کیلئے ایک قومی وطن کا قیام (۲) دنیا کے مالی نظام پر قبضہ و تسلط

(۳) اسلامی ممالک کو نیست و نابود کرنا

ان مقاصد کے حصول کیلئے یہودیوں نے ساری دنیا میں ایک سازشی جال بچھایا۔ جس کے تحت یہودیوں کی ایک عظیم اور پراسرار شخصیت نے ۳۳ درجے یہودیوں کے نمائندوں کا ایک اجلاس بلایا جس کی کئی نشستوں میں اس نے اپنے عظیم سازشی منصوبے کی تفصیلات بغرض توثیق بیان کیں جو باقاعدہ ایک مسودہ کی صورت میں ضبط تحریر میں لائی گئیں اور اس پر ان نمائندوں نے اپنے تصدیقی دستخط ثبت کئے۔ دنیا کی یہ بدنام ترین دستاویز ”پرائوکل“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس دستاویز کا اردو ترجمہ ”عظیم سازشی منصوبہ“ کے نام سے عالمی ادارہ اشاعت اسلام، جھلیک ملتان سے شائع ہو چکا ہے۔ اس منصوبہ کے تحت نظام عالم میں اس وقت ہر جگہ یہودی اثر و نفوذ کارفرما ہے۔ یو این او نیسکو ورلڈ بینک، انٹرنیشنل مانیٹرنگ فنڈ (IMF) وغیرہ کی کلیدی آسامیوں پر یہود قابض ہیں۔ دنیا کی بڑی حکومتوں میں ان کا عمل دخل ہے۔ دنیا کی عظیم سائنسی لیبارٹریوں، اسلحہ ساز کارخانوں، فلمی نگار خانوں، نشریاتی اداروں، خبر رساں ایجنسیوں، صنعتی و تجارتی مرکزوں پر یہود چھائے ہوئے ہیں۔^(۱۱۴) بڑی طاقتوں کی چال بازی سے عالم اسلام اور عرب ملکوں کی وحدت کو پارا پارا کرنے کیلئے دنیائے عرب میں اسرائیل کی حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ دوسری جنگ عظیم میں یہودیوں نے اپنی مالی اور فوجی امداد سے اتحادیوں کو اپنا ہم نوا بنالیا جس کے نتیجے میں ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو امریکہ اور برطانیہ کی ملی بھگت سے اسرائیلی حکومت قائم کر دی گئی عربوں نے اس کی مدافعت میں ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۳ء میں جنگیں لڑیں مگر بڑی طاقتوں کی پشت پناہی کے باعث وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔^(۱۱۵) اسرائیلوں نے فلسطین میں ظلم و ستم کا باز اگرم کر رکھا ہے۔ امریکہ، برطانیہ اور دیگر اسلام دشمن ممالک اس کی مکمل پشت پناہی کر رہے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ امریکہ کو عراق میں مہلک ہتھیار کے محض شبہ پر حملہ کا جواز مل جاتا ہے اور اس بہانے پورے ملک کو تہ و بالا کر دیتا ہے مگر اسرائیل کے سینکڑوں ایٹم بم نظر نہیں آتے۔ مظلوم فلسطینیوں کے گھروں سے روزانہ معصوم بچوں اور جوانوں کے جنازے اٹھتے ہیں۔ ان کے گھر بلند وزروں کے ذریعہ ہمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے محلوں میں ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں گشت کرتی نظر آتی ہیں۔ اس ظلم کے رد عمل کے طور پر ”انقضاہ“ کی تحریک اور خود کش حملوں نے جنم لیا ہے۔ اور ابھی دنیا نظارہ کر رہی ہے کہ دیکھتے ہیں ظلم و ستم کا یہ سلسلہ کہاں جا کر رکتا ہے اور اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

بھارت: برصغیر پر بدقسمتی سے ایک طویل عرصہ تک انگریز حکمران رہے۔ ہندوستان میں رہتے ہوئے انگریز کی کیا پالیسی تھی؟ جناب جاننا مرزا اپنی تالیف ”انگریز کے باغی مسلمان“ میں رقمطراز ہیں کہ الہ آباد کے کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل جان کرک نے ۱۸۵۷ء کے فورا کہا تھا۔

”ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ہندوستان میں موجود مذہب اور نسلوں کی صورت میں جو اختلاف ہے اسے پوری طاقت صرف کر کے برقرار رکھا جائے اور اسے کسی صورت ختم نہیں ہونا چاہیے۔ آئندہ حکومت ہند کا سب سے بڑا اصول ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ ہونا چاہیے۔“^(۱۱۶) پھر انگریز نے اپنے مقاصد حاصل کرنے کیلئے ہمیشہ ہندوؤں کو

مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔ پروفیسر سید محمد سلیم ”تاریخ نظریہ پاکستان“ میں لکھتے ہیں۔

”ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ایلن باور نے اپنی حکومت کی پالیسی بیان کرتے ہوئے صاف الفاظ میں کہا تھا ”میں اس حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا کہ یہ نسل (مسلمان) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے اس لئے ہماری صحیح پالیسی یہ ہے کہ ہندوؤں کو خوش کیا جائے۔“ (۱۱۷)

ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف کتنا تعصب تھا؟ مہاشہ پر تاب سنگھ کی زبانی سنئے۔

”۱۹۲۷ء میں سکھر میں ایک جلسہ عام سے خطاب کے دوران مہاشہ پر تاب سنگھ نے علی الاعلان ہندوؤں کو کہا تھا ”اگر تم ایک گائے کی خاطر کراچی سے لیکر مکہ تک تمام مسلمانوں کو ختم کر دو تو بھی تھوڑا ہے۔ ہندو دھرم میں جانوروں کا گوشت کھانا منع ہے۔ لیکن مسلمانوں کا خون پینا جائز ہے۔ کسی ہندو کو اس کے پینے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے۔“ (۱۱۸)

ہندومت کی انتہاء پسندی کے باعث برصغیر کئی ملکوں میں تقسیم ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ باری مسجد شہید کی گئی۔ ہزاروں مسجدوں میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی اجازت نہیں آئے دن ہندو انتہاء پسند تنظیمیں مشہور مساجد کو مندروں میں تبدیل کرنے کے اعلانات کر رہی ہیں۔ کشمیر میں مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے۔ اس کے علاوہ سکھوں کا قتل عام کر کے ان کے مذہبی و مقدس مقام ”گوئلڈن ٹمپل“ کو برباد کیا گیا۔ عیسائی اقلیتوں کا قتل عام اور ان کے گرجوں کا انہدام کیا گیا۔ نچلی ذات کے ہندوؤں کے ساتھ جانوروں سے بدترین سلوک کیا جا رہا ہے۔ بھلا جو لوگ اپنے ہم مذہبوں کو برداشت نہیں کر سکتے ان سے دوسروں کے بارے میں رواداری اور برداشت کی توقع کس طرح کی جاسکتی ہے؟! ہندوؤں کی انتہاء پسندی نہ صرف مسلمانوں کیلئے ہے بلکہ وہ اپنے سوا کسی اور کو برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وہاں آسٹریلیا کے گراہم اسٹیوارٹ کو زندہ جلا دیا گیا۔ ۲۵ دسمبر تا ۴ جنوری ۱۹۹۸ء آٹھ گر جا گھر جلائے گئے۔ عیسائی خاتون سے گیٹنگ ریپ کیا گیا۔ اڑیسہ میں دو عیسائی مکانات نذر آتش کئے گئے۔ کیرالہ میں دو پادری ہلاک کئے گئے۔ (۱۱۹) اس کے بالمقابل اہل پاکستان کا حوصلہ دیکھئے کہ قیام پاکستان کے بعد ۳۱ جنوری ۱۹۴۸ء کو بھارتی آنجنمایی لیڈر مہاتما گاندھی کے قتل کی وجہ سے پاکستان میں سوگ منانے کیلئے سرکاری دفاتر بند رہے۔ (۱۲۰)

بھارتی ریاست گجرات میں یکم مارچ ۲۰۰۲ء میں ہندوؤں مسلم فسادات بھڑک اٹھے جس کی وجہ سے مرکزی شہر احمد آباد سمیت ۲۶ شہروں میں کرفیو نافذ کر دیا گیا تھا جو بعد ازاں ۳۷ شہروں تک بڑھا دیا گیا۔ اس کے باوجود ہندو انتہاء پسند تنظیموں نے دل کھول کر مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ واقعات کے مطابق احمد آباد کے علاقے گل مارگ میں ایک مسلمان وزیر سمیت ۳۸ مسلمانوں کو ایک مکان میں بند کر کے آگ لگا دی گئی جس سے تمام مسلمان زندہ جل گئے۔ جرمنی ریڈیو کے مطابق احمد آباد کے مسلمان اکثریتی آبادی والے علاقے میں ایک گھریا مسجد ایسی نہیں تھی جو ہندو بلوائیوں کے جنون اور آتش انتقام سے محفوظ رہی ہو ان فسادات کی وجہ سے ایک لاکھ مسلمان متاثر ہوئے۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر ولشاد بیگم

پرنسپل گورنمنٹ گرلز کالج پشاور

اسلامی نظام عدل

اسلام عدل و احسان پر مبنی معاشرے کی تشکیل کا حکم دیتا ہے، پیغمبر اسلام رحمت عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں جس اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی وہ اپنی بہیت میں کاملاً ایک فلاحی ریاست تھی۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اسلامی ریاست کا منہجائے نظر عدل و انصاف کو قرار دیا گیا۔ قرآن میں آتا ہے:

”ہم نے رسولوں کو واضح ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں زبردست طاقت ہے اور لوگوں کیلئے فائدے ہیں“ (سورۃ الحديد: ۲۵: ۵۷) (۱)

اس آیت کریمہ میں انبیائے کرام علیہم السلام کا یہ مشن بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی زمین پر اس کے احکامات کی روشنی میں نظام عدل قائم کریں اور لوگوں کو اسلام کے متوازن اور ہمہ گیر نظام کی طرف دعوت دیں اور عدل اجتماع کو قائم کرنے کے لئے بروئے کار لائیں آقائے دو جہاں نے سر زمین عرب میں جو ریاست قائم فرمائی۔ بنیادی طور پر وہ ایک فلاحی ریاست تھی اور اس کی بہیت ترکیبی میں عدل و انصاف کی بنیادی خصوصیت تھی، ایک فلاحی ریاست کے لحاظ سے عدل اجتماعی اس کی بنیادی ترجیحات میں شامل تھا بلکہ منصف اور عادل نبیؐ نے اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد ہی عدل پر رکھی۔ اس لئے آپؐ سے بڑھ کر اس حقیقت کا کون شناسا ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عدل ہی پر کائنات کا نظام استوار کیا ہے۔ خالق حقیقی نے کارخانہ ہست و بود کو عدم سے وجود میں لا کر اس کے اندر عدل کی روح کو سمو دیا، اگر خدائے عادل اس کے ظہور و ترتیب میں اپنی صفت عدل کو نہ سمو دیتا تو اس کے عناصر ایک صحرا کے ذروں کی طرح منتشر ہو جاتے۔ مدینہ کی اسلامی ریاست کے کلین اپنے معاملات میں ریاست کے مدبر اعظم اور منتظم اعلیٰ کے عدل سے رجوع کرتے اور آپؐ کی عدل گستری سے فیض یاب ہوتے آپؐ نے اپنوں ہی کے لئے نہیں بلکہ غیروں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کا برتاؤ کیا۔

اسلامی معاشرے میں سب سے بڑا قاضی خود انسان کا اپنا ضمیر ہے جو بہت سے معاملات کا خود فیصلہ کر دیتا ہے، تاہم معاہدہ کی کسی شق کی تعبیر میں فریقین کے درمیان اختلاف رائے بھی ہو سکتا ہے، یہاں قاضی کی ضرورت پیش آتی ہے، قاضی کے سامنے دونوں فریق اپنا معاملہ تمام حقائق کے ساتھ ٹھیک ٹھیک طریقے سے بیان کر دیتے ہیں، جس کے بعد قاضی اپنے ایمان علم اور بصیرت کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہے، دونوں صورتیں تو بہت سادہ، سہل اور عام فہم ہیں

لیکن عدل کے ضمن میں ایک تیسری صورت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب فریقین میں سے کوئی ایک یا دونوں ضد عداوت، ہٹ دھرمی اور بد نیتی کے ساتھ قاضی کے سامنے معاملہ لے جائیں، حقائق چھپائیں، توڑ مروڑ کر پیش کریں، مبالغہ آرائی کریں، واقعات میں رنگ آمیزی کریں یا جذباتی فضاء پیدا کریں، ان حالات میں ضروری ہو جاتا ہے کہ فریقین کے علاوہ کسی تیسرے عنصر کو بھی شامل مقدمہ کیا جائے تاکہ قاضی کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے تیسرا فریق گواہ کہلاتا ہے، گواہ کی ضرورت اگرچہ دوسری صورت میں بھی پیش آ سکتی ہے، جہاں فریقین کے درمیان تعبیر میں فرق کی وجہ سے اختلاف رائے پیدا ہو جاتا ہے تاہم تیسری صورت میں تو گواہ بہت اہم ہے اور تمام مقدمے کا دار و مدار گواہ کے بیان ہی پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے نظام عدل و قضا میں گواہی کی اڑ حد اہمیت ہے۔ جسے لئے باقاعدہ احکام نازل کئے گئے ہیں۔ قرآن و سنت میں گواہی کی ضرورت و اہمیت پر تفصیلی احکام موجود ہیں انہی احکام کی روشنی میں خلفائے راشدین کے دور کے ایک مشہور قاضی شریح نے گواہی کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کی ہے ”فریق مقدمہ قاضی کے لئے بیماری ہے اس بیماری کی دوا گواہ ہیں“ (۲)

گواہی کی جو عام فہم اہمیت ان الفاظ میں ہے وہ مزید کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ دوا صحیح اور خالص اجزاء سے تیار ہو تو پھر بیماری دور ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگتی، دوا کا انتخاب غلط ہو غلط مرض کے لئے دوا حاصل کی جائے تو افاتہ نہیں ہوتا، یہی صورت مقدمہ میں پیش آتی ہے جو مرض ہے اس کی دوا گواہ ہیں، وہ سچ بولیں تو مقدمہ صحیح فیصلے پر منتج ہوتا ہے، سچ چھپائیں تو مقدمہ تو شاید کسی نہ کسی سطح پر ختم ہو جائے لیکن فریقین کے درمیان نہ نزاع ختم ہوگا اور نہ صحیح فیصلہ ممکن ہوگا، یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت میں گواہی کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے، اس لئے کہ صحیح اور عدل پر مبنی فیصلے کا دار و مدار سچی شہادت پر منحصر ہے۔ قرآن و سنت دونوں میں شہادت کی اہمیت بہت زوردار الفاظ میں آئی ہے، قرآن میں ایک جگہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاَنُ قَوْمٍ عَلَىٰ الْاِتِّعَادِ لَوْ اِغْدَلُوا هُوَ اقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (سورة المائدة ۵: ۸) (۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ انصاف کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے“

اس آیت میں مؤمنین کی تربیت کی جارہی ہے۔ مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ سچی گواہی کو ساری زندگی کا معمول بنادینے کا حکم دیا جا رہا ہے اور یہ رویہ زندگی کے ہر میدان میں مطلوب ہے، اس آیت میں انسانی شخصیت کی تعمیر عدل کی بنیادوں پر استوار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عام زندگی میں ہر انسان عدل و انصاف کا دعوے دار ہوتا ہے لیکن جب اس کے اپنے قربت داروں کا معاملہ ہو تو پھر وہ تامل کا رویہ بھی اپنا سکتا ہے، اس لئے ایک دوسری آیت میں گزشتہ

آیت کے حکم کو مزید وضاحت سے بیان کیا گیا ہے تاکہ انسان نہ صرف دوسروں کے معاملے میں بلکہ اپنے قریب و دوروں کے بارے میں بھی وہی کچھ بیان کرے جو حقیقت کے مطابق ہو۔ قرآن حکیم میں آتا ہے:

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدُوا وَلَوْ كُنْتُمْ قَرِيبًا (سورة الانعام: ۱۵۳) (۴)

ترجمہ: ”اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ داری ہی کا کیوں نہ ہو“
دوسری جگہ آتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَلَا تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (سورة البقرة: ۲۸۲) (۵)

ترجمہ: ”اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ اور جانتے بوجھتے حق کو مت چھپاؤ“

گواہی کے بعد بڑا نازک اور اہم مرحلہ گواہی پر قائم رہنے کا آتا ہے۔ ممکن ہے ایک شخص گواہی دے اور بعد میں اس پر خاندان، قبیلے، ماحول یا کسی دوسری قسم کا دباؤ پڑے اور وہ گواہی سے منحرف ہو جائے یہ دباؤ لالچ کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اس کی ایک صورت دھمکی کی ہو سکتی ہے اخلاقی دباؤ بھی ممکن ہے۔ اس کی کوئی اور شکل بھی ممکن ہے ان تمام حالات میں ثابت قدمی بہت مشکل کام ہے گواہ کا فرض صرف اس قدر ہے کہ جو اس کے علم میں ہو بلا کم و کاست بیان کر دے فیصلہ قاضی پر چھوڑ دے اور نتائج اللہ کے حوالے کر دے۔ نہ تو اس کے نتائج پر فکر مند ہو اور نہ اس کے علاوہ سوچ بچار کرے۔ کیونکہ عدالتی زندگی میں گواہی ایک میکائیکی عمل ہے جس میں جذبات کا عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن حکیم میں جنت میں رہنے والے جن افراد کا ذکر ہے ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو سچی گواہی دینے والے اور اس پر قائم رہنے والے ہیں فرمایا: وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ (سورة العارج: ۷۰-۷۳) (۶)

ترجمہ: ”اور جو اپنی گواہیوں میں راست بازی پر قائم رہتے ہیں“

اس وجہ سے حدود و قصاص میں عورت کی شہادت عدم مقبول ہے اس لئے کہ عورت لطیف احساسات کی حامل ہے جبکہ حدود کی سزائیں کڑی اور سخت نوعیت کی ہوتی ہیں۔ مثلاً زنا کے مجرم کے لئے حد میں ۱۰۰ کوڑوں کی سزا ہے اگر وہ غیر شادی شدہ ہے اور عورت اپنی فطری ہمدردی کے تحت کسی کو دکھ یا تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی اگر وہ زنا کی شہادت دے گی تو اسی جذبہ ہمدردی کے تحت وہ مجرم کو بچانا چاہے گی اور غلط بیانی سے کام لے گی تاکہ کسی کو اس کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچے جبکہ مرد اکڑ اور سخت مزاج ہوتے ہیں۔ جبکہ عورت بزدل ہوتی ہے اور ذرا سی دھمکی سے گھبرا جاتی ہے عورت میں لچک ہوتی ہے اسے گواہی سے پھیرنے پر یار جوع کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے جبکہ مرد بے خوف گواہی دیتا ہے کسی کی پرواہ نہیں کرتا حتیٰ کہ اپنی جان کی بھی اسے پرواہ نہیں ہوتی اگر وہ باکردار اور شرائط شہادت پر پورا اترتا ہو تو اس کی شہادت مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانے میں مدد دیتی ہے اور شہادت کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے حدود و قصاص میں عورت کی شہادت کو قبول نہیں کیا جاتا اس لئے کہ انصاف کے حصول کے لئے شہادت کا سچا ہونا ضروری ہے جو بھی شہادت

دے تو وہ اللہ کیلئے سچی شہادت دے کیونکہ اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے معاشرے کے اندر امن و امان کے قیام اور انسانی شخصیت کے اخلاقی اور روحانی ارتقاء کا جامع نظام وضع کیا ہے اس میں جان مال آبرو عقل نسب اور آزادی وغیرہ کی حفاظت کی ضمانت دیتے ہوئے عدل اور انصاف کو کلیدی اہمیت دی گئی ہے اور جگہ بہ جگہ اس کیلئے احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ قرآن کریم میں جملہ اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے ”اللہ ہی کیلئے گواہی دیں“ (سورۃ النساء: ۴: ۱۳۵) (۷)

اس لئے صرف اس کی خوشنودی کے لئے احساس ذمہ داری کے ساتھ بالکل صحیح واقعات اور حقائق کا اظہار کریں۔ کیونکہ کسی بھی نظام عدل میں ”شہادت“ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کو حاصل ہے اس لئے کہ شہادت ہی کی بنیاد پر دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلے ہوتے ہیں۔ گواہی دو طرح کی ہو سکتی ہے ’انفاقی‘ جس میں کسی شخص نے بلا ارادہ کچھ دیکھا یا اس کے علم میں کوئی بات آگئی اور اکتسابی جس میں ارادے کے ساتھ کسی معاملہ میں آدمی شریک ہو کر مشاہدے کرے یا علم حاصل کرے ان دونوں صورتوں میں ضرورت پڑنے پر گواہی دینا فرض ہے نہ انکار کرنا درست ہے اور نہ لیت و لعل کا رویہ اختیار کرنا اللہ کو پسند ہے۔ اس بارے میں تین احکام بہت اہم ہیں پہلے گواہی کے بارے میں بنیادی بات کہی کہ اس کا چھپانا گناہ ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثَمٌ قَلْبُهُ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۸۳) (۸)

ترجمہ: اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو شخص اس کو چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہوگا۔

یہ حکم گواہی کی تمام قسموں کا احاطہ کرتا ہے دوسری جگہ انفاقی گواہی کے بارے میں حکم نازل ہوا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ (سورۃ البقرہ ۲: ۱۴۰) (۹)

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس کے ذمہ اللہ کی طرف سے ایک گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے۔

اس لئے کہ شہادت بندے کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امانت ہے یعنی یہ کہ اگر کسی بندے سے کسی واقعے کے بارے میں دریافت کیا جائے اور وہ اپنے مشاہدے کے ذریعے حقائق کو جانتا ہو تو اس کا فرض ہے کہ اپنے علم و مشاہدے کے مطابق صحیح بات حاکم مجاز کی عدالت میں بیان کر دے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا عدل تو بہت بعد کی بات ہے گواہ کا ابتدا گواہی چھپانا ہی عدل کے منافی ہے گواہی کے چھپاتے ہی ظلم کا آغاز ہو جاتا ہے اور عقل کہتی ہے کہ اس ظلم کے نتیجے میں قاضی کا فیصلہ ظاہر ہے غلط ہوگا جس کا ذمہ دار گواہی چھپانے والا ہے۔ دوسری گواہی یا اکتسابی یا بلا ارادہ ہوتی ہے اس کے بارے میں بھی اللہ کا فرمان ان الفاظ میں ہے:

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ أَنْ يَمْلِكُوا (سورۃ البقرہ ۲: ۲۸)

ترجمہ: جب گواہوں کو بلا یا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

یہ فرمان اللہ کی خواہش ہی نہیں حکم بھی ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۳ میں بیان ہوا ہے کہ جو گواہی بھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا۔ چونکہ اسلام میں شہادت کو بہت اہمیت حاصل ہے اس لئے اسلام الزامات کے ثبوت کے لئے شہادت کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسلام مومن مردوں اور عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ صحیح اور سچی شہادت دیتے رہیں خواہ وہ خود ان کے اور ان کے عزیز و اقارب کے خلاف اور دشمن کے حق میں ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ
الْأَقْرَبِينَ إِنَّ يَكُونُ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أُولَىٰ بِهَمَّا. (سورۃ النساء ۴-۱۳۵) (۱۱)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ (سے ڈرتے ہوئے) کے لئے گواہی دو (یعنی سچی بات بیان کرو) اگرچہ وہ گواہی خود تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہو یا تمہارے والدین یا عزیز و اقارب کے خلاف ہو اگر کوئی مالدار مفلس ہے تو اللہ تعالیٰ ان کا تم سے زیادہ نگہبان ہے۔“

شریعت اسلام میں شہادت دینا ایک اہم فریضہ اور بہترین عبادت ہے، چونکہ حقوق کا الزام اور عدل و انصاف کا خیال سچی شہادت کے بغیر ممکن نہیں اس لئے بحکم قرآنی:

وَلَا تَتَّبِعُوا الشَّهَادَةَ عَلَىٰ غَيْرِ حُكْمٍ (یعنی شہادت سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ کسی شخص کو گواہی کیلئے بلایا جائے اور وہ اس گواہی کو چھپائے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے صوفی گواہی دی شہادت کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں فرمان ہے (۱۲) وَلَا يَأْبُ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا
عُوا (۱۳) ترجمہ: ”جس وقت گواہوں کو بلایا جائے وہ انکار نہ کریں“

ربیع فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت یہ حالت کہ ایک آدمی بہت سے آدمیوں کے میاں چکر لگاتا اور انہیں گواہ بننے کے لئے دعوت دیتا۔ مگر کوئی شخص گواہ بننا قبول نہ کرتا۔

شہادت ایک ذمہ داری ہے

شہادت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد شاہد پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل اور امن کی نشوونما کے حصول کے لئے شہادت دے، جہاں تک حقوق اللہ کا تعلق ہے تو ان حقوق میں جن کا تعلق محرمات معاملات سے ہو مثلاً عورت کی طلاق، ظہار، ایلاء وغیرہ جیسے افعال میں اجر خداوند کی خاطر شہادت دینا واجب ہو جاتا ہے اس موقع پر بندوں میں سے کسی بندے کی طرف سے طلب شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی، البتہ ”حدود“ جیسا کہ زنا، چوری، راب نوشی یا کسی عورت پر بدکاری کے الزام میں شاہد کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو پردہ پڑا رہے دو اور چاہے تو ظاہر

مردے۔

شہادت کی اہمیت: شہادت کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہؐ کو ”شہداء“ کی صفت سے موصوف

فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ (۱۳)

و کذٰلک جعلنا کم وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس .

ترجمہ: ”ہم نے اسی طرح تم کو متوسط امت بنایا ہے تاکہ تم قیامت میں لوگوں پر شہید ہو سکو“

مزید ارشاد خداوندی ہے ”لا یضار کاتب ولا شہید“ (۱۵) ترجمہ: ”نہ لکھنے والے کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ گواہ کو“

رسول کریم کا ارشاد ہے اکرموا الشہود فان اللہ تعالیٰ یحییٰ الحقوق بہم (۱۶)

ترجمہ: ”یعنی شہدوں کا اکرام کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے حقوق کو زندہ کرتا ہے۔“

شہادت کا فلسفہ حکمت لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہے (۱۷)

حدیث شریف میں آتا ہے: اکرموا منازل الشہود فان اللہ یمسخر بہم الحقوق ویرفع

بہم الظلم (۱۸) ترجمہ: ”گواہوں کا اکرام کرو کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں کے حقوق نکالتا ہے اور ظلم کو ختم

کرتا ہے یعنی اٹھاتا ہے۔“

”شہادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں کے اموال، نفوس اور عزت و آبرو اور خون وغیرہ کی حفاظت فرماتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ میں سے گواہی کے لئے اپنا نام مبارک ”شہید“ کا انتخاب اس لئے فرمایا ہے کہ یہ ایک

بہترین مہربانی کا کام ہے۔ (۱۹)

شہادت کی اہمیت کے پیش نظر اسلام قاضیوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ان شہادتوں کا بغور جائزہ لیتے رہیں جو ان

کے سامنے پیش ہوں اور صرف صریح اور سچی شہادتوں کو قبول کریں، چونکہ اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ شہادت دیتے

وقت یا ثبوت پیش کرتے وقت غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے اس لئے قرآن مجید نے متعدد مقامات پر قیاس فرمایا:

ایک آیت میں برادران یوسف کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے جنہوں نے حضرت یوسف کی قیص کو خود آلود

کر کے ایک جھوٹی کہانی وضع کی تھی اور رو کر اسے بیان کیا تھا۔ (۲۰)

منافقین کا ذکر فرمایا کہ وہ ”اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں مگر جھوٹ بولتے ہیں“ (۲۱)

گویا محض قسم اور آہ و بکا وغیرہ معصومیت کی دلیل نہیں بن سکتے اسی طرح سنی سنائی بات سے قیاس کر کے نتیجہ

نکالنا پھر اسے گواہی کی شکل میں پیش کرنا یہ سب ناپسندیدہ افعال ہیں حدیث میں آتا ہے:

من شہد علی مسلم شہادۃ لیس لہا باہل فلیتوبہا مقعدہ من النار . (۲۲)

ترجمہ: جس شخص نے کسی مسلمان کے خلاف کوئی ایسی گواہی دی جس کا وہ اہل نہیں تھا تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم

میں بنالے شہادت کی اہمیت اور لوگوں کے حقوق کی بحالی کی خاطر اللہ اور رسولؐ نے جھوٹی گواہی سے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں:

”شارع صلوات اللہ علیہ نے عادل شخص کی شہادت کو کسی موقع پر بھی رد نہیں کیا بلکہ اس کی شہادت کی عزت کی جیسے کہ ابوقدہ کی ایک شرک کو قتل کر دینے کے بارے میں ایک شخص کی شہادت مان لی۔ حضرت خزیمہؓ کی تنہا شہادت قبول فرمائی۔ رمضان کے چاند کی گواہی صرف ایک اعرابی کی معتبر مانی۔ جس نے لوٹڈی کی تنہا شہادت پر رضاعت کے ثابت ہونے کا فیصلہ فرمایا۔ اکیلے تیمم کی خبر بھی معتبر مان لی جس نے ایک مخصوص امر کی شہادت دی تھی..... بلکہ اللہ نے فاسق کی خبر کی تردید کا بھی بغیر ثبوت اور دلیل کے حکم نہیں دیا۔ (۲۳)

اس سے اسلامی معاشرہ میں شہادت کی اہمیت اور افادیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اور شہادت کی اہمیت کا اندازہ حافظ ابن قیمؒ کے اس تجزیہ سے بھی بخوبی ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ضرورت کے مواقع پر ایسی شہادتیں بھی قبول ہوں گی جو عام حالات میں ناقابل قبول ہوتی ہیں، مثلاً اللہ نے سفر میں وصیت کے مواقع پر ضرورت کے تحت دو غیر مسلم گواہوں کی گواہی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس سے مقصود اس قسم کے معاملات یا اس سے بھی اہم فیصلوں میں نشاندہی کرنا ہے جیسا تنہا عورتوں کی گواہی کا قبول کرنا ہے۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ اور فقہائے مدینہ نے بچوں کی شہادت کے مقابلے میں طرز عمل اختیار کیا ہے کہ جب ان بچوں کے مابین آپس میں کوئی حادثہ رونما ہو جائے (یعنی عند ضرورت یہاں بچوں کی گواہی بھی قبول ہوگی) اس لئے کہ مرد بچوں کے ساتھ کھیلوں میں شریک نہیں ہوتے اگر ان بچوں کی اور تنہا عورتوں کو گواہی قبول نہ کی جائے تو بہت سے حقوق غلبہ ظن یا گواہوں کی قطعی صداقت کے باوجود ضائع معطل اور مہمل ہو جائیں گے۔

جو شریعت کامل ہو اور دنیا اور آخرت کے معاملے میں بندوں کے مصالح کو محیط و منظم ہو وہ اس قسم کے حق کو مہمل چھوڑ دے گی اور دلائل کے ظہور اور قوت کے باوجود اسے ضائع کر دے گی جبکہ اس سے بھی تردیل کے ساتھ اس نے فیصلے کو قبول کیا ہے۔ (۲۴)

اسلام اپنے پیروکاروں کو ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے اور مادی اور روحانی زندگی میں ان کی رہنمائی کرتا ہے اس کے اصول و ضوابط بین الاقوامی طور پر ہر دور اور ہر مقام کے لئے موزوں ہیں۔ اسلام انصاف پر بہت زور دیتا ہے اسلامی قانون کی نظر میں سب لوگ برابر ہیں۔ اسلام کا بنیادی اور اہم نظریہ یہ ہے کہ دوسروں کی حق تلفی نہ کی جائے اور ہر ایک کو اس کا حصہ ملے۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلام نے کچھ قانونی اصول و ضوابط مقرر کئے ہیں۔ حضرت محمدؐ نے بطور حج یا قاضی کے فیصلے کئے اور عدلیہ کو بہت اہمیت دی ہے۔ ارشاد بانی ہے:

(۲۵)

اِنَّ اللہَ یَاْمُرُکُمْ بِاتِّعَادِلِ وَاِلْحْسَانِ

ترجمہ: بیشک اللہ تمہیں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

کیونکہ عدالتیں وہ ادارے ہیں جہاں دکھی مظلوم لوگ نا انصافی اور ظلم کی شکایت لے کر آتے ہیں چاہے یہ نا انصافی اس کے ساتھ اپنے جیسے انسانوں کی ہو یا حکومت کے کسی کام سے ان کو نقصان پہنچا ہو۔ اسلام میں کوئی قانون سے بالاتر نہیں۔ عدلیہ میں انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے اسلام نے ایک واضح اور صاف ستھرا قانون شہادت وضع کیا ہے تاکہ حقائق کو شہادتوں کے ذریعے ثابت کیا جاسکے اور ان کے مطابق انصاف پر مبنی فیصلے کئے جاسکیں اس قانون کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بے گناہ سزا سے بچ جائے اور گنہگار کو قراقرق سزا ملے۔

اسلامی نظام عدل اور شہادت کا قرآن و سنت کی روشنی میں تجزیہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسلامی نظام عدل اور شہادت کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور اسلامی نظام عدل کو قائم کرنے کے لئے شہادت اور سچی شہادت لازم و ملزوم ہے جس کے بغیر اسلامی معاشرے میں عدل قائم نہیں ہو سکتا۔

مراجع و مصادر

- ۱۔ سورۃ الحدید: ۵۷: ۲۵
- ۲۔ قاسمی، اسلامی عدالت (اسلامی قوانین کا مجموعہ) قاسمی: مجاہد اسلام طبع لاہور، ادارہ معارف اسلامی ۱۹۹۱ء
- ۳۔ سورۃ المائدہ: ۸: ۵
- ۴۔ سورۃ الانعام: ۴: ۱۵۲
- ۵۔ سورۃ البقرہ: ۲: ۲۸۲
- ۶۔ سورۃ المعارج: ۷۰: ۳۳
- ۷۔ سورۃ النساء: ۴: ۱۳۵
- ۸۔ سورۃ البقرہ: ۲: ۲۸۲
- ۹۔ سورۃ البقرہ: ۲: ۱۳۰
- ۱۰۔ سورۃ البقرہ: ۲: ۲۸۲
- ۱۱۔ سورۃ النساء: ۴: ۱۳۵
- ۱۲۔ علی بن ابی کریم الشیخی: مجمع الزوائد ۳۰۰/۳ طبع
- ۱۳۔ سورۃ البقرہ: ۲: ۱۳۳
- ۱۴۔ سورۃ البقرہ: ۲: ۲۸۲
- ۱۵۔ سورۃ البقرہ: ۲: ۲۸۲
- ۱۶۔ اسرخسی، المیسوط ۱۶/۸۷ محمد بن احمد ادارة القرآن طبع کراچی ۱۴۱۰ء
- ۱۷۔ الطبرانی، الحسن علی بن ظہیر علاؤ الدین، ”معین الاحکام فیما یردین الخلفیین من الاحکام“، ص ۴۹، مطبعۃ الممدیہ سطن
- ۱۸۔ ”معین الاحکام“، ص ۷۰ حوالہ مذکورہ بالا
- ۱۹۔ حوالہ مذکورہ بالا
- ۲۰۔ سورۃ یوسف: ۱۶/۱۸! ۲۱۔ سورۃ التوبہ: ۹: ۴۲
- ۲۲۔ احمد بن حنبل، المسند ص ۴۹ طبع بیروت (سطن)
- ۲۳۔ امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابوبکر بن ایوب الزریع ایوب المعروف بابن القیم جوڑی (مشقی اعلام الموقعین ۸۱/۱)
- طبع لاہور، ترجمہ دین محمدی مصنف محمد بن ابراہیم
- ۲۴۔ حوالہ مذکورہ بالا
- ۲۵۔ سورۃ النحل: ۱۶: ۱۹

ہیومیڈ اکثر اصغر حسن حافظ آباد

یہ منصب آپ کے لئے بھی.....!

پیارے بچو! ماہنامہ الحق صرف بڑے بڑے جید علماء فقہاء فضلاء کا جریدہ نہیں، بلکہ یہ ان بچوں کا رسالہ بھی ہے جو اپنی زندگی سنوارنے اور بڑے ہو کر نامور اسلامی سکالرز بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس وقت آپ کو الحق کی اگلی سیٹوں پر ثقیل الفاظ بولنے والے عالم فاضل لوگ بیٹھے نظر آتے ہیں، جن کی عالمانہ گفتگو آپ کو پوری طرح سمجھ میں نہیں آتی، لیکن پریشانی کی کوئی بات نہیں، آپ میرے ساتھ آئیں ہم الحق کی پچھلی سیٹوں پر بیٹھ کر آسان الفاظ میں بات چیت کرتے ہیں۔ مقصد علم حاصل کرنے اور زندگی سنوارنے کا ہے، اور یہ کام عام فہم الفاظ میں بھی ممکن ہے، آج کی اس معصوم اور پیاری سی پرکشش محفل میں ہم والدین کے درجات اور مناصب سے متعلق بات چیت کریں گے۔

کم سنی میں تمام بچے اپنے والدین کے محتاج ہوتے ہیں، اور عموماً والدین کی فرمانبرداری بھی کرتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ والدین ہی ان کی ہر ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ والدین کے بغیر ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت بھی ممکن نہیں، لیکن جب وہی بچے جوان خود مختار اور والدین بوڑھے، کمزور اور لاچار ہو جاتے ہیں، تو محتاجی اپنی جگہ تبدیل کر لیتی ہے، یعنی پہلے اولاد اپنے والدین کی محتاج ہوتی ہے بعد میں بوڑھے کمزور والدین اپنی جوان اولاد کے محتاج ہو جاتے ہیں محتاجی کی یہ تبدیلی خوشگوار بھی ہے، اور کہیں کہیں ناگوار بھی، اچھے اور اسلامی ماحول میں پرورش پانے والے بچے جوان ہو کر اپنے والدین کے ادب، احترام اور خدمت کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں، اور گندے ماحول میں پروان چڑھنے والے نو جوان اپنے والدین کے نافرمان اور ان سے نفرت اور بغاوت کرتے نظر آتے ہیں، آپ نے ان احق نو جوانوں کو بھی دیکھا ہوگا جو اپنے پرانی وضع کے والدین کا تعارف اپنے دوستوں سے کراتے ہوئے شرماتے ہیں، یہ تاریک اور گندے ماحول میں پرورش پانے کا نتیجہ ہے۔..... اولاد جیسی بھی ہو والدین کے دل میں اولاد کیلئے شفقت اور محبت کبھی ختم نہیں ہوتی، اس کائنات میں صرف والدین ہی تو ہیں جو اپنی تمام آسائشوں، راحتوں اور آرام و سکون کو اپنی اولاد کی تمام خوشیوں پر قربان کرتے ہیں، اولاد کیلئے والدین کا سچا پیارا بلاشبہ ایک ٹھنڈی چھاؤں ہے جسکی بدولت اولاد مشکلات و مصائب اور کڑی دھوپ سے محفوظ رہ کر پرورش پاتی ہے۔..... حشر اللہ جل شانہ کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں بالکل اسی طرح اولاد پر والدین کے احسانات کو بھی شمار نہیں کیا جاسکتا، اسلئے والدین بھی اولاد کیلئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں، اور پھر جو والدین اسلامی رجحان رکھتے ہوں، اور اپنی اولاد کی بہترین تعلیم و تربیت کے آرزو مند ہوں انکا درجہ نہایت اعلیٰ ہے، اولاد اگر اپنے والدین کی خدمت کیلئے اپنی تمام زندگی بھی وقف کر دے تب بھی انکی

خدمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا، سمجھدار بچے اپنے والدین کے سامنے باادب رہتے ہوئے انکی خدمت اس خوبصورت انداز سے کرتے ہیں کہ والدین کا دل اپنی اولاد کی فرض شناسی کو دیکھ کر نہایت مسرور، انکی آنکھیں پر نور اور ان کے چہرے فخر سے پر رونق نظر آتے ہیں بلاشبہ والدین سے نرم لہجہ میں گفتگو کرنا، اور انکی ہر ضرورت اور خواہش کو پورا کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔..... مغرب کے لوگ جو خود کو ترقی یافتہ کہتے ہیں اپنے بوڑھے والدین کو اپنے گھر سے نکال کر بوڑھوں کیلئے قائم کردہ اداروں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے کسی بیکار چیز کو کباڑی کی دکان میں رکھ دیا جائے۔ اگر انکے ذہن اسلام کی روشنی سے منور ہوتے تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ جن بچوں کو ابتداء ہی سے والدین کی طرف سے اسلامی ماحول ملا ہے وہ بہت خوش قسمت ہیں، صرف اور صرف اسلام ہی ایک ایسا پیارا مذہب ہے جو اولاد کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد خدمت والدین پر زور دیتا ہے یہ اسلام ہی کا درس ہے کہ والدین کی خدمت صرف انکی زندگی میں ہی نہیں بلکہ جب وہ اس دنیا سے ہمیشہ کیلئے چلے جائیں تو ایصال ثواب کے ذریعہ انکی خدمت کیجائے بے شک والدین کی زندگی میں انکی سچے دل سے خدمت اور انکی وفات کے بعد ان کیلئے مغفرت کی دعا ہر انسان کی نجات کا باعث ہے۔..... والدین کے اعلیٰ درجات کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نماز میں والدین کیلئے بخشش کی دعا شامل کی گئی ہے تاکہ نماز کی ادائیگی کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کیساتھ ساتھ حیات یا مرحوم والدین کیلئے دعا بھی ہوتی رہے قرآن پاک میں والدین کی اطاعت، خدمت اور حسن سلوک پر زور دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ والدین کا نافرمان جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک بار بھی سچی محبت سے اپنے والدین کو دیکھ لے تو اسے حج کا ثواب ملے گا۔ ذرا سوچئے جو زندگی بھر والدین کی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھے وہ کس قدر ثواب کا حقدار ہوگا۔..... آپکی زندگی کا خاکہ تب خوبصورت تیار ہوگا جب آپ روزمرہ کی مصروفیات کے باوجود اپنے والدین کو نہ ان کی زندگی میں بھولیں، اور نہ انکی موت کے بعد۔ اللہ تعالیٰ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور والدین ان تین عظیم ہستیوں کی خوشنودی کا خیال اپنے قول و فعل میں رکھئے۔ پھر دیکھئے کس سرعت اور خوبصورتی سے آپکی زندگی میں نکھار پیدا ہوتا ہے، اور پھر اسی کی بدولت زندگی کو خوبصورت بنانے والی دیگر تمام بہترین خوبیاں، صفات اور مثبت عادات آپکے اندر خود بخود کس آسانی سے مسلسل پیدا ہوتی ہیں اور زندگی کی تمام آسائشیں کیسے آپکا مقدر بنتی ہیں، اور آپکی زندگی کا ہر گوشہ اور ہر پہلو کس قدر پرکشش نظر آتا ہے۔ آج آپ بچے ہیں، لیکن جب آپ بڑے ہونگے تو آپکا نام بھی والدین کی لسٹ میں آئیگا، گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے والدین کو عطا کردہ یہ منصب صرف ماضی اور حال کے والدین کیلئے نہیں بلکہ مستقبل کے والدین کیلئے بھی ہے، اگر آج آپ اپنے بہترین اخلاق و عادات کے ذریعے بہترین اولاد کے گروپ میں شامل ہونگے تو کل یقیناً آپکا نام بہترین والدین کی لسٹ میں آئیگا اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ بہترین زندگی اسلامی تعلیم حاصل کرنے اور اسلامی اصولوں کو اپنائے بغیر ممکن نہیں۔

بحث و نظر

(آخری قسط)

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

مفتی و مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

سادات اور بنو ہاشم کوز کوۃ دینے کی شرعی حیثیت

وفی شرح الآثار عن ابو حنیفۃ ان الصدقات کلھا جائزۃ علی بن ہاشم واکرمۃ کانت فی نہر رسول اللہ ﷺ موصول خمس الخمس الیہم فلما سقط ذرک بموتہ ﷺ ملت لہم الصدقۃ قال للطحاوی وبالجواز نافذ (الاشباہ والنظائر شرح غز عیون الابصار ۵۳/۲) وکذا روی ابو عصمۃ عن الامام ابی حنیفہ رد المحتار علی رد المحتار، مگر اس جواز کے فتویٰ کی تشہیر مناسب نہیں، کہ تقریر میں لوگوں کو اس کی ترغیب دیا کریں (۷۲۲) بلکہ بعض متمول اور صاحب استطاعت حضرات کو پوشیدگی میں مبتلا دینا چاہیے کہ فلاں سید فقر و فاقہ کی حالت میں ہے اس کو آپ زکوۃ دے دیں۔ (مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ) الجواب صحیح

(مولانا) حسن جان پشاور

اکوڑہ خٹک - ۱۴۱۹/۳/۳ھ

ام المدارس دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

درہ آدم خیل کے مدرسہ تعلیم القرآن کا مذکورہ استفتاء، شیخ القرآن مولانا سید امیر حسین باچا صاحب مدظلہ بہتے دارالعلوم دیوبند بھی بھیج تھا تو انہوں نے بھی ان حالات کے پیش نظر جواز کا فتویٰ دیا جو آپ حضرات کے سامنے ہے۔ الجواب وباللہ والتوفیق:

حامد و مصلیٰ و مسلماً سادات کرام کے احترام کا مقتضی تو یہی ہے، کہ صدقات نافلہ، ہبہ وغیرہ سے ان کی ضروریات پوری کی جائیں تاہم اگر حالات اقتصادی اس درجہ میں ہوں کہ جو سوال میں مذکور ہیں اور انکو زکوۃ دے دی جائے تو گنجائش ہے اگرچہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے حضرت اقدس الحاج مولانا شاہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے فیض الباری میں اس پر خاصی تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔ العرف اشذی میں یہی عمدہ کلام ہے فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم احقر محمود غفرلہ بلند شہری

الجواب صحیح

حبیب الرحمن عطاء اللہ عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۱۴۱۹ھ

لہذا امیری ناقص رائے میں بھی یہ بات آئی ہے کہ اس دور میں ایسے حالات اور ضروریات کو مد نظر

قول ناقص:

رکھتے ہوئے بنو ہاشم اور سادات کے لئے زکوٰۃ جائز ہونے کی گنجائش ہونی چاہیے اس لئے کہ اس دور میں سادات کے لئے زکوٰۃ کا دروازہ کھول کر ہی مقصد شریعت مقدسہ (سات کو ذلت سے بچایا جائے) کی تکمیل ہو سکتی ہے کیونکہ لوگوں میں سادات کی اعانت اور امداد کا جذبہ مفقود ہو چکا ہے اور حکومتی سطح پر بھی ان کی کفالت کے لئے کوئی خاصہ انتظام نہیں۔ لہذا اب بھی اگر ان کو زکوٰۃ سے محروم رکھا جائے ایک طرف تو یہ لوگ زکوٰۃ کی ذلت سے بچ جائیں گے لیکن دوسری طرف ان کو بڑی ذلت اور رسوائی پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کریں گے اور خصوصاً دینی مدارس میں ان پر تعلیم کا دروازہ ان کے لئے بند ہو جائے گا۔ اس لئے کہ مدارس دینیہ عموماً زکوٰۃ اور دیگر صدقات سے چلتے ہیں اور بلکہ دنیاوی تعلیم سے بھی محروم ہو جائیں گے اس لئے سکول اور کالج میں غریب طلباء کو جو سکا لرشپ ملتا ہے وہ بھی زکوٰۃ ہی کی مد سے دیا جاتا ہے اسی طرح زندگی کے مختلف امور میں حکومتی امداد سے بھی محروم ہو جائیں گے اس لئے ہسپتالوں میں مفت علاج اور اس علاج کے لئے حکومت کی طرف سے معاونت بھی زکوٰۃ ہی کی مد سے ہوتی ہے۔ بیٹی کی شادی یا دیگر ضروریات میں معاونت کے طور پر حکومت جو مالی امداد کرتی ہے وہ بھی زکوٰۃ کی مد سے ہوتی ہے۔ لہذا اگر اس دور میں بھی ان کو زکوٰۃ سے محروم رکھا جائے تو غریب سید اور ہاشمی زندگی اور حیات کی تمام تر سہولیات سے محروم ہو جائیں گے اور اس کی تکمیل کے لئے وہ نئے نئے راستے تلاش کریں گے۔ لہذا آسانی اور سہولت اسی میں ہے کہ بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ جائز قرار دیا جائے اور اسی سہولت اور یسر کا آنحضرت ﷺ نے حکم بھی دیا ہے جب حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو یمن روانہ فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا یسرا ولا تعسرا و یسرا ولا تعسرا (الحديث) کہ تم دونوں لوگوں پر آسانی کرو ان پر سختی نہ کرو ان کو خوشخبری دو ان کو اسلام سے متنفر نہ کرو۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تھا یسروا ولا تعسروا (الحديث) کہ تم لوگوں پر آسانی کرو سختی نہ کرو۔ اسی طرح ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ لا تشدوا فی شدن اللہ علیکم (الحديث) کہ تم سختی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر سختی فرمادے گا ان روایات سے معلوم ہوا کہ شریعت مقدسہ میں سختی کرنا ممنوع ہے ایک مفتی کے لئے یسر یہ ہے کہ وہ مستفتی کو اختلافی مسائل میں اس کے حال کے مطابق فتویٰ دے اور اس کو اس مشقت سے بچائے جو اسکی طاقت سے خارج ہو۔

موجودہ حال میں اسی مسئلہ میں بھی یہی کچھ ہے کہ اگر ظاہر الروایہ کو دیکھتے ہوئے سادات علویین جن کی ایک شاخ اعوان بھی ہے اور اس طرح عباسی خاندان اور دیگر بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہ دینے کا فتویٰ دیا جائے تو ان کے لئے

مشقت اور سختی ہے اور لوگوں پر بھی سختی ہے اس لئے لوگ اعوان خاندان کو زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ بھی زکوٰۃ کو بغیر چون و چرا کے لیتے ہیں کسی کو پتہ بھی نہیں کہ اعوان خاندان بنو ہاشم میں داخل ہیں اور نہ کسی عالم دین نے اس کی تصریح کی ہے کہ قبیلہ اعوان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور غالباً اسی کی وجہ یہ ہے کہ آج کل انسانوں میں علم انساب کا فقدان ہے غیر سید نے اپنے نام کے ساتھ شاہ کا اضافہ کیا اور بعد میں سادات میں شمار ہونے لگا اسی طرح کسی نے اپنے نام کے ساتھ عباسی لکھا بعد میں ان کی تمام ذریت عباسی کہلانے لگی اسی طرح کسی نے اپنا تخلص علوی رکھا بعد کے لوگ اس کے خاندان کو علوی سمجھنے لگے ہیں اور دنیا بھر میں ایسے بھی خاندان موجود ہیں کہ ان کے کسی بزرگ نے اپنے کسی پیر و مرشد جو ہاشمی تھا اپنے نام کے ساتھ محبت کی وجہ سے ہاشمی لکھ دیا اور آج اس کی اولاد کو ہاشمی سمجھا جاتا ہے بعض لوگوں نے اپنے خاندان کو چھپانے کے لئے مشترکہ طور پر اپنے آپ کو دوسرے خاندان کی طرف منسوب کیا اور بعد میں وہ لوگ اس منسوب شدہ خاندان کے نام سے مشہور ہوئے اور خصوصیت کے ساتھ یہ معاملہ ہندوستان میں بہت ہی پیش آیا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کل کے دور میں اور خصوصاً عجیبوں میں تو انساب عمومی طور پر ختم ہو چکے ہیں اس لئے عجیبوں میں حقیقی ہاشمین کا پتہ نہیں چلتا۔ تو ظاہر الروایۃ کے مطابق فتویٰ سے وہ غرباء بھی پس جاتے ہیں۔ جو حقیقی ہاشمی نہیں بلکہ وہ تخلص یا کسی اور وجہ سے ہاشمی مشہور ہو چکے ہیں۔

تو اسی طرح بہت سارے غریب لوگ جو زکوٰۃ کے مستحق بھی ہیں زکوٰۃ لینے سے محروم ہو جائیں گے اور جو لوگ واقعی ہاشمی ہیں مگر انہیں سادات میں شمار نہیں کیا جاتا اور وہ زکوٰۃ لیتے ہیں تو حرام خورد بن جائینگے اور جو لوگ انکو زکوٰۃ دیتے ہیں تو شرعاً ان کا زکوٰۃ ادا نہ ہوگی جس کی وجہ سے وہ زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے عند اللہ مجرم ہو جائیں گے۔

تو اس سختی، مشکلات اور مصائب سے لوگوں کو نکالنے کے لئے اہل علم حضرات سے التجاء ہے کہ وہ بھی اس مسئلہ کی سنگینی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس پر مثبت انداز سے سوچیں، محقق دوران شیخ الاسلام حضرت العلامة مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے کئی برس پہلے اس مسئلہ کی سنگینی کو مد نظر رکھتے ہوئے اہل علم کو غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ ہمارے زمانے کے فقہاء کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ کیا اس دور میں بنو ہاشم میں فقر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے امام ابوحنیفہ کی مذکورہ بالا روایت پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (درس ترمذی ۲/۴۸۰)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں زلیخ و

ضلال سے بچائے۔ امین